

دی ہڈی بھال اور شانِ انہیا میں گستاخیاں

امام نمازین شرف العلماء ابو الحماد

محمد اشرف سیاومی زید مجدم

حوالہ سننہ پیغمبر شریف دینہ صلح جملہ

سابقہ آسمانی کتب میں ہونے والی تحریف کے ثبوت

دی ہو لی باستان

اور

شان انبیاء میں گستاخیاں

مصنف

اشرف العلماء عمدۃ الادکنیاء شیخ الحدیث علامہ

محمد اشرف سیالوی

حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر

مکتبہ اہل السنۃ ببلی کیسنسنر بینہ

فهرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
5	پیش لفظ	1
7	آدم علیہ السلام پر بہتان اور ان کی گستاخی کا ارتکاب	2
10	حضرت سارہ علیہ السلام کی طرف بحوث کی نسبت	3
12	حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی شان میں گستاخی	4
16	حضرت اُط علیہ السلام کی شان میں گستاخی	5
18	حضرت یعقوب علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور اُنکی طرف مکروہ فریب کی نسبت	6
24	یہوداہن یعقوب علیہ السلام پر بہتان اور نسب مسح علیہ السلام پر اعتراض	7
27	حضرت مسح علیہ السلام کے ساتھ زیادتی اور ان کے نفس پر اعتراض	8
27	حضرت ہارون علیہ السلام پر بھڑا بنانے اور اُس کو معیود قرار دینے کا الزم	9
32	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خداوند کی حکم عدوی کا الزم	10
33	حضرت ہارون علیہ السلام پر موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کا الزم اور خدا کے غضب کے بھڑ کنے کا بہتان	11
34	حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں گستاخی	12

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	دی ہوی بائبل اور شان انبیاء میں گستاخیاں
مصنف	اشرف الحمامہ شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی
کپوزنگ	محمد ناصر الہبی
پروف ریڈنگ	محمد سعیل احمد سیالوی
اشاعت بار اول	اشاعت بار دوم
اشاعت بار دوم	ریچ الٹنی ۱۴۳۳ھ / مارچ 2012ء
ضخامت	64 صفحات
قیمت	

ملنے کے پتے

مکتبہ اہل السنۃ ببلی کیشنز
گلی شاعر میرزا منگلا روڈ دینہ (جہلم)

0544-630177, 0321-7641096, 0333-5833360

Ahlusunnapublication@gmail.com

بزم شیخ الاسلام یا کستان
جامع درضویہ احسن القرآن دینہ

0544-633881, 634759, 0322-5850951

پیش لفظ

انبیاء و رسول علیہم السلام وہ مقدس ہستیاں ہوتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی نیابت و خلافت کے لیے منتخب فرمایتا ہے، ان کو لوگوں کی رشد و ہدایت اور تہذیب و تربیت کا فریضہ سونپتا ہے اور ان سے تعمیر انسانیت کا کام لیتا ہے، وہ لوگوں کو پاکیزہ نظریات و اعمال اور بلند اخلاق اور کامل صفات کے ساتھ بہرہ و رکرتے ہیں اور انہیں اپنے خالق حقیقی سے ملاتے ہیں ”قال اللہ تعالیٰ:

إِنَّ اللَّهَ أَصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ“

(سورة البقرة، ۳۲:۲)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح اور آل ابراہیم کو سب جہان والوں پر انتخاب کر کے فضیلت دی“

ان کے اس منصب کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خود بلند کرداری، عالی ہمتی اور حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہوں اور خدا تعالیٰ کے دین اور شریعت کا چلتا پھرتا نمونہ، تاکہ ان کی پیروی سب کی نجات کی ضامن ہو جائے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کی سند قرار پائے، اور یہی اسلام اور قرآن کا اعلان ہے:

”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ (سورہ الحزاد، ۲۱:۳۳)

اور

”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحِبِّكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبُكُمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ“ (سورہ آل عمران، ۳۱:۳) الی غیر ذلك من الآيات -

لیکن..... اس کے بر عکس باکیل کو کیھیں تو ہر عیب و نقص اور کمزوری کو تاہی سے انیاء کا

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
13	حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے امنون پر بہن کے ساتھ درست درازی کا الزام	40
14	حضرت سليمان علیہ السلام کی شان میں گستاخی	42
15	امیمیہ نبی کی شان میں گستاخی	45
16	یحییاہ نبی کی شان میں گستاخی	47
17	حرقی ایل نبی کی شان میں گستاخی	49
18	نبی کی طرف حجوم اور فریب کاری کی نسبت	51
19	مسیح علیہ السلام کی طرف مال کی بے ادبی کی نسبت	54
20	مسیح علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ سے شکانت کا الزام	58
21	انبیاء سابقین کی توہین کا الزام	60
22	شریعت کو لعنت اور حضرت علیہ السلام کو لعنتی قرار دینا۔ العیاذ بالله	61

دامن آلوہ نظر آتا ہے اور اعتقاد عمل دونوں میں ان کو ایک عام انسان اور بشر کی مانند کھایا گیا ہے، جس کو اپنے خالق و مالک کی رضا کی بجائے اپنے نفس کو خوش رکھنا زیادہ محبوب اور پسندیدہ نظر آتا ہے۔ ہم نے ایسی چند عبارات ذکر کر کے اسلام و قرآن اور عہد نامہ قدیم و جدید پر مشتمل باہل کے درمیان موازنہ پیش کیا ہے اور ناظرین کو دعوت فکر دی ہے تاکہ وہ خود فیصلہ فرمائیں کہ کون ساندھب حق ہے اور کس کی کتاب عصمت انبیاء کے قلعہ میں نقشبندی کی مرتکب، اور عوام اہل اسلام، عیسائیت کی اس چیزہ و سی اور ظلم و زیادتی کو دیکھ کر اسلام کے نقدس کا دل و جان سے اعتراف کریں اور پاریوں کی مغالطہ آفرینیوں کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں، بلکہ انہیں بتلا سکیں کہ جس مسیح علیہ السلام کو ماننے کا تمدح دعویٰ کرتے ہو تو تمہاری کتاب کی رو سے کامل مومن بھی ثابت نہیں ہوتا بلکہ نعوذ بالله لعنتِ مستحق ثابت ہوتا ہے اور خدا کی تائید و نصرت سے محروم اور ماں کا بے ادب و گستاخ، لہذا ہم اسلامی تعلیمات چھوڑ کر ایسی خرافات پر مشتمل کتاب اور ایسے گندے ندھب کی طرف کیونکر مائل ہو سکتے ہیں؟ یہ ہے وہ اہم مقصد جس کی خاطر یہ چند سطور ہدیہ ناظرین کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم نبی اُمی ملیٹن کا صدقہ ان کو اہل اسلام کی استقامت اور عیسائیوں کی اور اہل کتاب کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

آمين ثم آمين!

﴿ان اريد الا اصلاح وما توفيقى الا بالله عليه توكلت واليه أنيب﴾

سیدنا آدم علیہ السلام پر بہتان اور ان کی گستاخی کا ارتکاب

(۱) اور آدم اور ان کی بیوی نگے تھے اور شر ماتے رہتے۔ (پیدائش باب ۲۵-۲)

(۲) اور آدم سے اس (خداوند) نے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا اس لئے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ (پیدائش باب ۳-۴)

سب سے پہلے یہ امر قبل غور ہے کہ واقعی حضرت آدم اور حضرت ﷺ علیہما السلام اپنے آپ کو نگے دیکھتے بھختے تھے اور ان کو اس حالت میں پھرتے شرم محسوس نہیں ہوتی تھی؟ حالانکہ خود کتاب مقدس کی رو سے یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ الزام اور بہتان باب ۲: میں اور باب ۳: میں درخت کا پھل کھانے کے اثرات بیان کرتے ہوئے آیت کے میں یوں کہا گیا ہے

”تب دنوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو معلوم ہوا کہ وہ نگے ہیں اور انہوں نے انہیں کے پتوں کوی کر لگایاں بنا کیں“،

اور آیت: ۲۱، میں اس طرح کہا

”اور خداوند خدا نے آدم اور ان کی بیوی کے واسطے چڑے کے کرتے بنا کر ان کو پہنائے“

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ ان دنوں کو اپنی بہنگی کا احساس تھا اور نہ شرمگاہوں کا اور جو نبی اس کا احساس و شعور ہوا تو فوراً اپنے لیے بس بنا یا، خواہ انہیں کے پتوں سے تیار ہو سکا۔

اسلامی نقطہ نظر:

لیکن کتاب مقدس کے اس بیان کے برعکس اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ وہ دونوں مقدس ہستیاں جتنی لباس میں ملبوس تھیں اور جب درخت کا پھل کھایا تو وہ لباس اتار لیا گیا تب برہنگی کی وجہ سے ان کو شرم محسوس ہوئی اور انہوں نے درخت کے پتے سی کراپنے لیے لباس بنایا۔ سورہ اعراف میں تین مقام پر اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ قال تعالیٰ:

يَنْزَعُ عَنْهُمَا الْمَسَهَّمَا إِلَيْهِمَا سَوَاتِهِمَا (سورہ الاعراف، ۲۷: ۲۷) ”شیطان و سو سہ کے ذریعہ دانہ کھلا کر ان کے لباس اتر و آتا تھا تا کہ ان کو ان کی شرمگاہیں دکھائے“

قال تعالیٰ: فَذَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذاقَا الشَّجَرَةَ بَدَّتْ لَهُمَا سَوَاتِهِمَا (سورہ الاعراف، ۲۲: ۲۲) ”شیطان نے ان کو ازراؤ فریب دی اس درخت کی راہنمائی کی وجہ انہوں نے اس درخت سے پھل چکھا تو ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوئیں“

قال تعالیٰ: فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَّتْ لَهُمَا سَوَاتِهِمَا (سورہ طہ، ۱۲۱: ۲۰)

الغرض ان آیات سے یہ حقیقت واضح ہوا جاتی ہے کہ پہلے وہ لباس میں ملبوس تھے مگر درخت کا پھل کھانے کے بعد وہ لباس اتار لیا گیا ہے اور جو نہیں انہوں نے اپنی برہنگی محسوس کی تو شرم و حیا کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے چون کالباس بنا کر اپنے مخصوص بدنسی حصوں اور واجب استر اعضا کے ستر کی فوری تدبیر کی کمکا قائل تعالیٰ: طَقْفًا يَخْصِفُ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ (سورہ طہ، ۱۲۱: ۲۰) لہذا یہ ازام کوہ نگے تھے اور شرمت نہ تھے سر اسر حقیقت کے خلاف ہے اور بتغمبر کی جملی فطرت اور سرشت کے بھی خلاف ہے۔ جس کو خدا نے لوگوں کے لیے شرم و حیا کا درس دینے کے لئے مبouth فرمانا ہو وہ کیونکہ اس عظیم وصف سے عاری و محروم ہو سکتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کھلی گستاخی ہے اور لوگوں کی نظر وہ میں ان کو بے وقار کرنے کی ناپاک کوشش تو بالکل بجا ہو گا۔

امر ثانی:

غور کرنے سے ہر ادنیٰ سمجھو والا شخص یہ محسوس کرے گا کہ جس کے سبب سے زمین لعنی ہو جائے وہ خود العیا ذبالله لعنی نہیں ہو گا؟ لازمی بات ہے کہ زمین کا اپنا کوئی قصور نہیں تھا۔ صرف آدم علیہ السلام کے قدم پڑنے سے اس کا یہ حشر ہوا تو جس کے قدم لگنے سے زمین لعنی ٹھہری اس کی اپنی ذات میں کس قدر عیوب و نقص م موجود ہوں گے اور وہ کس قدر لعنت اور بارگاہ خداوند سے دوری کا مستحق و مستوجب ہو گا؟ حالانکہ ان کو پیدا تو زمین کی آبادی کے لئے کیا گیا تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نیابت کے طور پر نفاذ حکام کے لئے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً

(سورہ البقرۃ، ۳۰: ۲)

اور جو اللہ تعالیٰ کا قائم مقام ہو وہ زمین کے لئے موجب لعنت کیسے ہو سکتا ہے؟

اسلامی نقطۂ نظر:

اسلام و قرآن نے ان کے متعلق جو طریقہ اختیار فرمایا وہ انتہائی متوازن اور ان کے شایان شان ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَنَسَىٰ وَلَمْ يَجِدْ لَهُ عَزْمًا (سورہ طہ، ۱۱۵: ۲۰) ”وہ بھول گئے اور ہم نے ان کے اندر اس حکم کی خلاف ورزی کا عزم اور پختہ ارادہ نہیں پایا تھا“، اور جو اجتہادی خط اسرزد ہوئی اس کے اثرات و ثمرات بطور سببیت و مسببیت جو بھی مرتب ہوئے جس طرح دو اپنے پر عادات مرتب ہوتے ہیں لیکن اس کا تدارک بھی کر دیا گیا، قال تعالیٰ: فَتَلَقَّى آدُمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ (سورہ البقرۃ، ۳۷: ۲۰) ”آدم علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے چند کلمات سکھئے اور ان کے ساتھ بارگاہ خداوند تعالیٰ میں توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کی تو بے شک وہ توبہ قبول کرنیوالا اور

رجم کرنے والا ہے"

حضرت سارہ علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت

(۱) پھر خداوند نے ابراہام سے کہا کہ سارہ کیوں یہ کہہ کر بھی کیا میرے جو ایسی بڑھیا ہو گئی ہوں واقعی بیٹا ہو گا۔ کیا خداوند کے نزدیک کوئی بات مشکل ہے۔ موسم بہار میں معین وقت پر میں تیرے پاس پھر آؤں گا اور سارہ کے بیٹا ہو گا۔ تب سارہ انکار کر گئی کہ میں نہیں بھی کیونکہ وہ ڈرتی تھی پر اس نے کہلاتا ضرور بھی تھی۔ (پیدائش باب ۱۸-۱۵ تا ۱۳)

اس عبارت پر ذرا غور فرماؤں کہ حضرت سارہ باوجود ہنسنے کے مگر گئیں اور انکار کر دیا جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے ہنسنے کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی تھی تو گویا انہوں نے صرف یہ نہیں کہ خود جھوٹ بولا بلکہ اللہ تعالیٰ کی خبر کو جھوٹ قرار دیا۔ اور بایس ہمدر اللہ تعالیٰ کے خلیل نے ان کے ساتھ کوئی تادبی کا روانی نہ فرمائی۔ جس سے ان کا بھی یوں کی رعایت میں حق خداوند تعالیٰ کو نظر انداز کرنا لازم آتا ہے۔ حالانکہ یہ امر منصبِ خلیل کے سراسر خلاف ہے۔ خلیل خدا تو صرف وہی ہو سکتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی محبت کا غالبہ و تسلط نہ ہو۔

علاوہ ازیں یہ جو عملت اور وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ڈرتی تھیں یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ انکار اور مگر جانا وہاں کام دے سکتا ہے جہاں مخاطب اور متعلقہ اشخاص کو حقیقت حال کا علم نہ ہو خلیل خدا کے متعلق یہ سوچ کر ان کو حقیقت کا کیا علم؟ حضرت سارہ جیسی شھنشیت سے بہت بعید ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ تخیل بھی ناقابلِ تصور ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوف کا تقاضا مگر جانا تو نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا تقاضا عفو اور در گذر کا مطالبہ کرنا ہے۔ لہذا اس عبارت میں حضرت سارہ کے عقیدہ کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ ان کی عظمت شان کے سراسر خلاف ہے، بلکہ ان پر بہتان ہے اور ان کے خاوند اور اولاد پر بھی الزام بلکہ بہتان ہے۔

قرآن مجید نے ان کا ہنسنا بھی بیان کیا اور اس کا سبب بھی اور فرشتوں کا ان کی تسلی کرنا بھی جس سے ان کا، ان کے خاوند اور اولاد کی اولاد کا مرتبہ و مقام پوری طرح محفوظ ہو جاتا ہے،

قال تعالیٰ: وَأَمْرَاتُهُ، قَانِمَةٌ فَصَحِّكْتُ فَبَشَّرْنَا هَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ
يَعْقُوبَ قَالَتْ يَا وَيْلَتِي إِلَّا دُوَّانًا عَجُوزٌ وَهَذَا بُعْلُى شَيْخًا إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجِيبٌ قَالَوْا
تَعْجِيْبِيْنَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَّكَاتُهُ، عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ
(سورہ ھود: ۱۱، ۷۲، ۷۱: ۱۱)

"اور ابراہیم علیہ السلام کی یوں کھڑی تھی پس بھی تو ہم نے اس کو الحق کی بشارت دی اور الحق کے بعد یعقوب کی اس نے کہا اے ہلاکت میری کیا میں بچے کو جنم دوں گی حالانکہ میں بالکل بوڑھی ہوں اور میرا یہ خاوند بھی عمر سیدہ ہے بیٹک یہ بات عجیب ہے۔ فرشتوں نے کہا کیا تو اللہ تعالیٰ کے امر سے تجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکات تم پر ہوں اے اہل بیت بیٹک وہ ہمیشہ کے لئے قابلِ ستائش ہے اور بزرگی والا" کلام مجید کے ان کلمات کو غور سے پڑھیں تو کس قدر حضرت سارہ کا دامن کذب اور غلط بیانی سے پاک نظر آتا ہے اور اس میں کس قدر خاندانِ نبوت کی عظمت و مرتبت کا اظہار ہے۔

لہذا بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ صرف اسلام اور قرآن نے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہم السلام کی عزت و حرمت اور عظمت و رفتہ کا تحفظ کیا ہے اور دیگر مذاہب اور ان کی کتب نے ازامِ تراشی اور افتراء پر دازی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور ان مقدس ہستیوں کو بدناام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی شان میں گستاخی

”اور اس ملک میں کال پڑا اور ابرام مصر کو لیا کہ وہاں نکار ہے کیونکہ ملک میں سخت کال تھا اور ایسا ہوا کہ جب وہ مصر میں داخل ہونے کو تھا تو اس نے اپنی بیوی سارہ سے کہا کہ دیکھ میں جانتا ہوں کہ تو دیکھنے میں خوبصورت عورت ہے اور یوں ہو گا کہ مصری تھے دیکھ کر کہیں گے یہ اس کی بیوی ہے۔ سودہ مجھے مارڈا لیں گے مگر تجھے زندہ رکھ لیں گے سوتی یہ کہہ دینا کہ میں اس کی بہن ہوں تاکہ تمیرے سبب سے میری خیر ہو اور میری جان تمیری بدولت بچی رہے اور یوں ہوا کہ جب ابرام مصر میں آیا تو مصریوں نے اس عورت کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے اور فرعون کے امراء نے اُسے دیکھ کر فرعون کے حضور میں اس کی تعریف کی اور وہ عورت فرعون کے گھر میں پہنچا لی گئی اور اس نے اس کی خاطر ابرام پر احسان کیا اور بھیڑ بکریاں اور گائے اور بیتل اور گدھے اور غلام اور لوٹیاں اور اونٹ اس کے پاس ہو گئے پر خداوند نے فرعون اور اسکے خاندان پر ابرام کی بیوی سارہ کے سبب بڑی بڑی بلا کمیں نازل کیں، تب فرعون نے ابرام کو بلا کر اُس سے کہا کہ ٹو نے مجھ سے یہ کیا کیا؟ تو نے مجھے کیوں نہ بتایا کہ یہ تمیری بیوی ہے؟ تو نے یہ کیوں کہا کہ وہ میری بہن ہے؟ اسی لئے میں نے اُسے لیا کہ وہ میری بیوی بننے سودہ کیہے تمیری بیوی حاضر ہے اس کو لے اور چلا جا اور فرعون نے اسکے حق میں اپنے آدمیوں کو ہدایت کی اور انہوں نے اُسے اور اس کی بیوی کو اس کے سب مال کے ساتھ روانہ کیا،“

(پیدائش باب ۱۱-۲۰)

(۱) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا اپنی بیوی سارہ کو فرعون مصر کے پاس بھیج دینا اور اس کے عرض بھیڑ بکریاں، گائے، بیتل اور گدھے اور غلام اور لوٹیاں، اونٹ غلام اور لوٹیاں، وصول کرنا اسکے عقل سیم وائلے کے نزدیک قابل قبول ہو سکتا ہے؟ ایک عام غیرت مند انسان سے بھی اس

اقدام کی توقع نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ معمار انسانیت اور ابوالانبیاء اور امام الناس کی طرف ایسے گھناؤ نے فعل کی نسبت کی جائے۔ ظالم کے خلاف بوجہ مجوہی اگر جنگ وجدال اور حرب و قال کا امکان نہ بھی ہو تو کم از کم اس سے دلی نفرت و کذورت اور قلبی غیظ و غصب ایسے عطیتے اور ہدیے قبول کرنے کی اجازت تو نہیں دے سکتے۔

(2) اس عبارت میں اس امر کی کہیں کوئی دلیل نہیں ملتی کہ حضرت سارہ اس ظالم کی ہوس نفس کا نشانہ بننے سے محفوظ ہیں یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی عزت کو محفوظ فرمایا یا نہیں؟ اور ہزاروں انبیاء بنی اسرائیل کی والدہ ماجدہ عصمت دری کے اس عظیم انتلاء میں کس قدر سرخروئی کے ساتھ واپس آئیں لہذا یہ صرف حضرت ابراہیم کی ذات اور حضرت سارہ کی شخصیت کو داغدار کرنے کی تاپاک کوش ہی نہیں بلکہ ہزاروں انبیاء بنی اسرائیل تھی کہ مسح علیہ السلام پر بھی الزام و اعتراض ہے اور ایسی مظلومیت کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے مقدس لوگوں کی امداد و اعانت نہ فرمائے اور ان کی حفاظت و صیانت سے دربغ کرے تو اللہ کے ساتھ ان کا تعلق ہی محل نظر ہو کر رہ جاتا ہے۔

(3) فرعون کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کئے گئے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ فرمادیتے یہ میری بیوی ہے تو فرعون کبھی یہ حرکت نہ کرتا لیکن ان کے سارہ کو بہن کہنے کی وجہ سے حضرت سارہ اس مصیبت سے دوچار ہو گئیں، جس کا لازمی نتیجہ اور شرہ یہ سامنے آتا ہے کہ حضرت خلیل اللہ کی سوچ نعوذ باللہ غلط تھی اور ان کی تدبیر الہی نکلی بلکہ خود حضرت سارہ کو اس مصیبت میں پھنسانے کا سبب وہی بنتے ہیں جو کوئی بھی ابراہیم علیہ السلام کا معتقد و مترف اور ان کے منصب و مرتبہ کا قائل قطعاً تسلیم نہیں کر سکتا۔

(4) اس عبارت میں اس امر کی نشاندہی بھی موجود نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت سارہ کو بہن کہنا خلاف واقعہ ہے اور غلط بیانی ہے اور ایک جلیل القدر پیغمبر جھوٹ کیونکہ بول سکتا

ہے اور آگے جھوٹ بولنے کی تلقین کیونکر کر سکتا ہے لہذا یہ عبارت بھی ان کی عظمت کو داغدار کرتی ہے لیکن اس کے برکس اسلامی نقطہ نظر ملاحظہ فرمادیں۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے جب کہا کہ تو اس ظالم حاکم سے کہنا کہ میں ابراہیم کی بہن ہوں تو ساتھ وضاحت کر دی کہ تیری مراد اسلامی اخوت ہوںی چاہئے نہ کہ نسبی۔ ”فَإِنَّكَ أُخْتُكُ فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرُكُ“ کیونکہ سلام کی وجہ سے میری بہن ہے اور اس علاقے میں میرے اور آپ کے علاوہ کوئی شخص مسلمان نہیں ہے۔ لہذا جب یہ وضاحت کر دی گئی تو نہ ابراہیم علیہ السلام جھوٹ کے مرتب کوئے اور نہ جھوٹ بولنے کی ترغیب و تلقین کے کیونکہ جس نیت اور ارادہ کے تحت آپ نے حضرت سارہ کو اور انہوں نے اپنے آپ کو خلیل الرحمن کی بہن کہا ہے بالکل واقعہ کے مطابق ہے۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ جابر کو غلط فہمی میں ڈالا گیا تو تعریفات اور توریہ کے تحت ایسا کلام کرنا بالکل درست ہے اور متكلم اس امر کا ضمن نہیں ہوتا کہ مخاطب غلط فہمی کا شکار نہ ہو علاوہ ازیں اسلامی نقطہ نظر سے اس جابر و سرسکش نے ایسا کوئی کلام نہیں کیا جس سے آپ کی اس تدبیر کا غلط ہونا لازم آئے اور ائمہ حضرت سارہ کو اس امتحان میں پھنسانا۔ نیز اس واقعہ سے حضرت خلیل اور حضرت سارہ کی عظمت شان اور ان کا عند اللہ قرب اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے جیسے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اس پر یہاں گن واقعہ کے زونما ہوتے ہی آپ نے حضرت سارہ کو رخصت کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور سر نیاز کو جھکایا اور طالب امداد و نصرت ہوئے، اور اس جابر نے جب حضرت سارہ کی طرف ناپاک ارادہ سے ہاتھ بڑھایا تو فوراً اس کا ہاتھ شل ہو گیا اور اس پر غشی طاری ہو گئی اور وہ ایڑیاں زیمن پر رکڑنے لگا جب ذرا فاقہ ہوا تو آپ سے عرض کیا ”ادعی اللہ لی ولا اضرك فدعنت اللہ فاطلق۔ الحدیث“ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میں اس تکلیف سے چھکا بارا پاؤں اور میں آپ کو ضر نہیں پہنچاؤں گا چنانچہ آپ نے دعا فرمائی تو وہ فوراً نذرست ہو گیا لیکن دوبارہ

بد باطنی کا مظاہرہ کیا تو پھر قدرت خداوند کا حسب سابق ظہور ہوا اور وہ مغلوب ہو کر زمین پر گر گیا۔ آپ سے دعا کرائی اور سابقہ عہد کو دہرا یا تو شفا یاب ہو گیا۔ جب اس عہد کو توڑتے ہوئے پھر اسی خبیث باطن کا اظہار کرتے ہوئے ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ پھر شل ہو گیا اور اس پر وہی کیفیت طاری ہو گئی بالآخر اس نے پختہ تو بے کی اور حضرت سارہ کو عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا اور حضرت ہاجرہ بطور خادمہ پیش کیں۔ جب آپ حضرت خلیل الرحمن کے پاس پہنچیں تو وہ اسی طرح بارگاہ خداوند تعالیٰ میں عجز و نیاز کا مجسمہ بنے نماز ادا کر رہے تھے۔ ان کے پہنچنے پر اشارہ تأدیر یافت کیا مہیم؟ کیا حال ہے اور خیر تو گزری؟ آپ نے جواباً عرض کیا ”رَدَ اللَّهُ كِيدَ الْكَافِرِ فِي نَحْرَهِ وَاحْذَمْ هَاجِرَةً“، اللہ تعالیٰ نے کافر کا مکرا سی کے سینہ میں اوٹایا اور اسے ناکام کیا اور مجھے ہاجرہ بطور خدمت گزار کے دی ہے۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوہ باب بدء الخلق و ذکر الانبياء عليهم السلام)
نیز یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عطیہ اور ہدیہ اس وقت دیا گیا جب ان کا خدا کی پناہ اور حفاظت میں ہوتا اور مقبول الدعا اور مستحب الدعوات ہوتا اس پر واضح ہو گیا۔ اس وقت اس کا قبول کر لینا عصمت کا بدل نہیں جیسے یہود و نصاری کی کتاب مقدس نے حضرت خلیل پر یہ گھناؤ تا الزام عائد کیا، بلکہ اس جابر کی طرف سے ہدیہ نیاز ہے اور اسے آفت فانج اور غشی سے بچانے کا ہدیہ تشكیر جس سے ان مقدسان بارگاہ خداوند کا شان رفع اور مقام و مرتبہ بلند سے بلند ترین نظر آتا ہے نہ کہ العیاذ باللہ ایک بے حمیت اور بے غیرت انسان کا ساکار و بار اور مکروہ و دھندا۔

کیا ایسی کتاب خداوند تعالیٰ کی کتاب ہو سکتی ہے؟ اور اس کا جمع کرنے والا انہیاء علیہم السلام کا عقیدہ تمند اور نیاز کیش کہلا سکتا ہے؟ قطعاً نہیں، بلکہ وہ بدترین دشمنی اور گستاخی کا مرتكب ہی کہلائے گا۔

حضرت لوٹ علیہ السلام کی شان میں گستاخی

اور یوں ہوا کہ جب خدا نے اس ترأی کے شہروں کو نیست کیا تو خدا نے ابراہم کو یاد کیا اور ان شہروں کو جہاں لوٹ رہتا تھا غارت کرتے وقت لوٹ کو اس نلاسے بچالیا اور لوٹ غفر سے نکل کر پہاڑ پر جاسا اور اس کی دنوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ غفر میں بنتے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دنوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بدھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے، آؤ ہم اپنے آپ کو نے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں، سوانہوں نے اسی رات اپنے باپ کو نے پلائی اور پہلوٹی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے جانا کہ وہ کب لیئی اور کب اٹھ گئی اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی، آؤ آج رات بھی اس کو نے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہوتا کہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو نے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی۔ پر اس نے جانا کہ وہ کب لیئی اور کب اٹھ گئی۔ سولوٹ کی دنوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور بڑی کے ایک بیٹا ہوا اور اس نے اس کا نام مواب رکھا وہی مواب یوں کا باپ ہے جواب تک موجود ہیں اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا اور اس نے اس کا نام بن عجمی رکھا وہی بنی عمون کا باپ ہے جواب تک موجود ہیں۔
(پیدائش باب ۱۹-۳۸۶۲۹)

اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور اس کتاب کے مصنف کی خاندان نبوت کے ساتھ بیبا کی اور گستاخی کا اندازہ لگائیں کہ بیٹیاں صرف باپ کی نسل برقرار رکھنے کے لئے اپنے باپ کی ساتھ ایسے فتح فعل کی مرتبک ہوں اور باپ بھی ان کے ہاتھ سے نے نوشی کر کے اپنی عقل و غیرہ ان میں موجود تھی تو ایسی صورت میں بیٹی اور دوسری عورت میں تمیز نہ کر سکنا بہت بعد بات ہے، لہذا عملاً اور قصدًا بیٹیوں کے ساتھ اس مکروہ فعل اور بدکاری کا ارتکاب لازم آئے گا جس سے نبوت کا دامن توہر حال پاک ہے مگر کتاب مقدس کا تقدس ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو کر رہ گیا۔ ہر آدمی یہ سوچے گا کہ جب ہادیاں خلق کا کردار یہ ہے تو پھر ان کو منصب ہدایت پر فائز

کرنے کا مقصد کیا؟ اور ایسے لوگوں کو عظیم منصب سونپنے والے کی حکمت و دلائی اور علم و خبرت کدھر گئی تھی؟ اور کیا ایسے گندے مفاسدین پر مشتمل کتابیں کوئی حیادار شخص اپنے گھر میں بیٹھ کر بیوی، بچوں اور بہنوں کے سامنے بھی تلاوت کر سکتا ہے؟ یا کوئی بچی بابا پر کویا بہن اپنے بھائی کو یہ کلام مقدس سنا سکتی ہے، خدار النصاف کیا یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو سکتا ہے؟ نہیں! بالکل نہیں!

حضرت یعقوب علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور اُن کی طرف مکرو弗 ریب کی نسبت

جب اضحاق ضعیف ہو گیا اور اس کی آنکھیں ایسی ڈھنڈ لگیں کہ اسے دکھائی نہ دیتا تھا تو اس نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو کلایا اور کہا اے میرے بیٹے، اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ اس نے کہا دیکھیں تو ضعیف ہو گیا ہوں اور مجھے اپنی موت کا دن معلوم نہیں، سواب تو ذرا اپنا بھی خیال اپنا ترکش اور اپنی کمان لے کر جنگل کو نکل جاؤ میرے لئے شکار مار لاؤ اور میری حصہ پسند لذیذ کھانا میرے لئے تیار کر کے میرے آگے لے آتا کہ میں کھاؤں اور اپنے مرنے سے پہلے دل سے مجھے دعا دوں اور جب اضحاق اپنے بیٹے عیسو سے باقیں کر رہا تھا تو برقہ سن رہی تھی اور عیسو جنگل کو نکل گیا کہ شکار مار لائے تب رفقہ نے اپنے یعقوب سے کہا کہ میں نے تیرے باب کو تیرے بھائی عیسو سے یہ کہتے سنا کہ میرے لئے شکار مار کر لذیذ کھانا میرے واسطے تیار کرتا کہ میں کھاؤں اور اپنے مرنے سے پیشتر خداوند کے آگے تجھے دعا دوں۔ سواب میرے بیٹے اس حکم کے مطابق جو میں تجھے دیتی ہوں میری بات کو مان اور جا کر ریوڑ میں سے بکری کے دواچھے اپنے بچے لادے اور میں ان کو لیکر تیرے باب کے لئے اس کی حصہ پسند لذیذ کھانا تیار کر دوں گی اور تو اسے اپنے باب کے آگے لے جانا کہ ڈھنڈ کھائے اور اپنے مرنے سے پیشتر تجھے دعا دے۔ تب

یعقوب نے اپنی ماں برقہ سے کہا دیکھی میرے بھائی عیسو کے جسم پر بال ہیں اور میرا جسم صاف ہے، شاید میرا بابا مجھے بٹو لے تو میں اس کی نظر میں دغنا باز نہ ہوں گا اور برکت نہیں لخت کھاؤں گا اسکی ماں نے اسے کہا اے میرے بیٹے تیری لخت مجھ پر آئے، تو صرف میری بات مان اور جا کر وہ بچے مجھے لادے، تب وہ گیا اور ان کو لا کر اپنی ماں کو دیا اور اس کی ماں نے اس کے باب کی حصہ پسند لذیذ کھانا تیار کیا اور برقہ نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کے نفس بس جو اس کے پاس گھر تھے لیکر ان کو چھوٹے بیٹے یعقوب کو پہنایا اور بکری کے بچوں کی کھالیں اس کے ہاتھوں اور اس کی گردن پر جہاں بال نہ تھے لپیٹ دیں اور وہ لذیذ کھانا اور روٹی جو اس نے تیار کی تھی، اپنے بیٹے یعقوب کے ہاتھ میں دے دی۔ تب اس نے باب کے پاس آ کر کہا، اے میرے باب! اس نے کہا میں حاضر ہوں، تو کون ہے میرے بیٹے؟ یعقوب نے اپنے باب سے کہا میں تیرا پہلوٹھا بیٹا عیسو ہوں، میں نے تیرے کہنے کے مطابق کیا ہے، سوذر اٹھ اور بیٹھ کر میرے شکار کا گوشت کھاتا کہ تو دل سے تجھے دعا دے۔ تب اضحاق نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹا، تجھے یہ اس قدر جلد کیسے مل گیا، اس نے کہا اس لئے کہ خداوند تیرے خدا نے میرا کام بنادیا۔ تب اضحاق نے یعقوب سے کہا اے میرے بیٹے ذرا زد دیک آ کہ میں تجھے ٹھولوں کہ تو میرا ہی بیٹا عیسو ہے یا نہیں اور یعقوب اپنے باب اضحاق کے نزدیک گیا اور اس نے اسے ٹھول کر کہا کہ آواز تو یعقوب کی ہے پر ہاتھ عیسو کے ہیں اور اس نے اسے نہ پہچانا، اس لئے کہ اس کے ہاتھوں پر اس کے بھائی عیسو کے ہاتھوں کی طرح بال تھے سو اس نے اسے دعا دی اور اس سے پوچھا کہ کیا ٹھوٹ میرا بیٹا عیسو ہی ہے اس نے کہا میں وہی ہوں تب اس نے کہا، کھانا میرے آگے لے آ، اور میں اپنے بیٹے کے شکار کا گوشت کھاؤں گا تا کہ دل سے تجھے دعا دوں، سو وہ اسے اس کے نزدیک لے آیا اور اس نے کھایا اور وہ اس کے لئے لے آیا اور اس نے پی، پھر اس کے باب اضحاق نے اس سے کہا، اے میرے بیٹے، اب پاس آ کر مجھے پوچم، اس نے پاس آ کر اسے پوچما، تب اس نے اس کے

کھال میں اور بیٹھی کی جلد اور بالوں میں امیاز نہ کر سکے۔

علاوه ازیں اسی طرح دغا بازی اور مکاری سے حاصل کی ہوئی نبوت اور برکت اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی مرتبہ کی موجب ہو سکتی ہے؟ اور لوگوں کے نزدیک کیونکرواجب اتعظیم وال تو قیر ہو سکتی ہے اور جن کی اپنی اخلاقی پستی کا حال یہ ہو کہ بھائی کا حق غصب کریں، اپنے والد اور خدا کے نبی سے جھوٹ بولیں وہ لوگوں کو کس اخلاقی بلندی تک پہنچا سکتے ہیں؟ نیز پھل اور پھول تو درخت کے اور فروع اصول کے تابع ہوتے ہیں جب نبی اسرائیل کا اصل اور درخت ایسا تھا تو پھر انہیاء بنی اسرائیل کی نبوت اور تمام بنی اسرائیل کی عادات و خصال کے متعلق کونسا پھما تصور قائم کیا جاسکتا ہے جو اس اصل کی فرع، اس درخت کا پھل ہیں۔

قیاس گن زگلتان من بہار مرا

پھر شکار کا گوشت کھائے بغیر دعا نہ دینا بھی ہماری ناقص سمجھے سے بالاتر ہے، کیا اس کے بغیر دعا چکتی نہیں تھی؟ نیز سونپنے کی بات یہ بھی ہے کہ حضرت اسحاق کا عیسیٰ کو یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تھا اپنی خواہش کے مطابق پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ کے منشاء و مقصد کا پورا نہ ہونا لازم آئے گا اور دوسرا صورت میں پیغمبر کا نبوت جیسے اہم معاملات میں اپنی خواہش نفس کے مطابق عمل پیرا ہونا لازم آئے گا اور دونوں صورتیں غلط اور ناقابل قبول ہیں۔

نیز اگر یعقوب علیہ السلام کو نبوت مل جانا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا تو حضرت اسحاق اس طرح نہ فرماتے کہ ”تیرا بھائی دعا سے آیا اور تیری برکت لے گیا“، اور نہ جناب عیسیٰ کہتے ”کہ اب دوسرا بار مجھے اڑنگا مارا پہلے میرا پہلوٹھے کا حق لے لیا اور اب وہ میری برکت بھی لے گیا“۔ لہذا اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت سراسر فریب اور مکر پرمنی تھی اور اس پر نہ اللہ تعالیٰ رضا مند تھا اور نہ ہی حضرت اسحاق اور انہوں نے اپنے والد کے ساتھ وہ کوہ دہی کی ایسی مثال زئم کی جس کا مہذب معاشرے میں بھی

لباس کی خوبیو پائی اور اسے دعا دیکر کہا، الی۔

جب اسحاق یعقوب کو دعا دے چکا اور یعقوب اپنے باپ اسحاق کے پاس سے نکلا ہی تھا کہ اس کا بھائی عیسیٰ اپنے شکار سے لوٹا۔ وہ بھی لذیذ کھانا پا کر اپنے باپ کے پاس لایا اور اس نے اپنے باپ سے کہا میرا باپ اٹھ کر اپنے بیٹے کے شکار کا گوشت کھائے تاکہ دل سے مجھے دعا دے۔ اس کے باپ اسحاق نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں تیرا پہلوٹھا بیٹا عیسیٰ ہوں، تب تو اسحاق بشدت کاپنے لگا اور اس نے کہا پھر وہ کون تھا جو شکار مار کر میرے پاس لے آیا اور میں نے تیرے آنے سے پہلے سب میں سے تھوڑا تھوڑا کھایا اور اسے دعا دی؟ اور مبارک بھی وہی ہو گا۔ عیسیٰ اپنے باپ کی باقی سننے ہی بڑی بلند اور حضرت ناک آواز سے چلا اٹھا اور اپنے باپ سے کہا مجھ کو بھی دعا دے۔ اے میرے باپ مجھ کو بھی، اس نے کہا تیرا بھائی دعا سے آیا اور تیری برکت لے گیا۔ تب اس نے کہا، کیا اس کا نام یعقوب ٹھیک نہیں رکھا گیا کیونکہ اس نے دوبارہ مجھے اڑ لگا مارا۔ اس نے میرا پہلوٹھے کا حق تو لے ہی لیا تھا اور دیکھو اب وہ میری برکت بھی لے گیا۔ (بیداش باب ۲۷-۳۶)

اس طویل عبارت کو پڑھیں، بار بار پڑھیں اور سوچیں کہ اس عبارت کے بنایوں اے خاندان نبوت کے متعلق کیا تصور پیش کیا ہے اور ہزاروں انہیاء کے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف اخلاقی پستی اور حضرت اسحاق کی بیوی اور یعقوب علیہ السلام کی والدہ کی طرف کیسی چالبازی اور حیلہ سازی کی نسبت کی ہے کہ انہوں نے اپنے خاوند اور خداوند کے رسول برحق کی منشاء کے بر عکس کس طرح نبوت کو دوسرا جگہ منتقل کر دیا اور پھر خداوند تعالیٰ جو عیسیٰ و خبری اور دلوں کے اندر پیدا ہونے والے خیالات سے آگاہ ہے اس نے بھی حضرت اسحاق کو باخبر نہ کیا۔ حضرت اسحاق یہ پہچان لینے کے باوجود بھی کہ آواز یعقوب کی ہے محتاط نہ ہوئے اور عیسیٰ کا حق یعقوب کو دے بیٹھے اور ان کی قوت لس و احساس اسقدر کمزور تھی کہ بکری کے بیچ کی

نے پہلے ہی سے ان کو بخش دی تھی۔
بلکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم و اسحاق اور یعقوب و یوسف موسیٰ و ہارون اور داؤ و سلیمان اور اسماعیل، اسمعیل، یونس اور لوط علیہم السلام کا ذکر کر کے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا، "وَلِئِنَكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمْ أَقْتَدُهُ" (سورۃ الانعام، ۹۰:۶) ان لوگوں کو ہم نے خصوصی ہدایت اور اخلاقی عالیہ اور اعلیٰ کمالات کے ساتھ نواز اے ہذا تم بھی ان اخلاق و کمالات اور ہدایت کے اعلیٰ مراتب کو اپنے اندر جمع کرلو؛ جس سے صاف ظاہر ہے کہ "وَمَقْدَسٌ هُنْتُمْ" (سورۃ ہود، ۱۱:۱)۔ اور ان کے ہبہ کئے جانے کا ذکر کیا گیا تو بھی اکھنا و رَأَيْ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ (سورۃ الانبیاء، ۲۷:۲۱)۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو احقر اور یعقوب ہبہ کئے اور ساتھ ہی ان کا ہدایت کے اعلیٰ معیار پر ہونا بیان کرتے ہوئے فرمایا "وَهَبَنَا لَهُ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ" (سورۃ الانبیاء، ۲۷:۲۲)۔ ہم نے ان دونوں میں سے ہر ایک کو حکم ادا کر کر دار کو اپنانے کا حکم ایک عام مسلمان کو بھی نہیں دیا جاسکتا تھا چہ جائیکہ ایک عظیم رسول کو۔

لہذا بحمد اللہ تعالیٰ واضح ہو گیا کہ اہل کتاب نے ہر ممکن الزام لگا کر انبیاء کرام کی شان والا کو کم کرنے کی کوشش کی ہے اور اسلام نے ان کا صحیح مقام لوگوں پر آشکار کیا ہے اور ان کے دامنِ عصمت سے ہر قسم کے غبار کو دور کر دیا ہے۔

تصویر نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ خاندانِ نبیت میں اور ہزاروں انبیاء کے باپ میں۔
لیکن اس کے بر عکس اسلامی آخذ یعنی قرآن و حدیث میں کہیں حضرت یعقوب کی طرف ایسے مکروہ اور ناپسندیدہ فعل کی نسبت نہیں نہ ان کی والدہ کی طرف اور نہ حضرت اسحاق کی طرف دھوکا کھانا جانے کی نسبت ہے اور نہ یہ کہ ان کی دعاشریتی اور نذرانہ کے بغیر چیکنی نہیں تھی بلکہ حضرت سارہ اور ابراہیم کو بشارت دی گئی توبہ پ بنیت کی اکھی، "فَبَشَّرَنَا هَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ" (سورۃ الانبیاء، ۱۱:۱۱)۔ اور ان کے ہبہ کئے جانے کا ذکر کیا گیا تو بھی اکھنا و رَأَيْ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ (سورۃ الانبیاء، ۲۷:۲۱)۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو احقر اور یعقوب ہبہ کئے اور ساتھ ہی ان کا ہدایت کے اعلیٰ معیار پر ہونا بیان کرتے ہوئے فرمایا "وَهَبَنَا لَهُ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ نَافِلَةً وَ كَلَّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ" (سورۃ الانبیاء، ۲۷:۲۲)۔ ہم نے حضرت ابراہیم کو اسحاق کا ہبہ کیا اور مزید برآں یعقوب کا اور ہر ایک کو صالح و متقی بنایا۔

اب ہر صاحب عقل و شعور اسلامی نقطہ نظر اور یہودیت و نصرانیات کے نقطہ نظر میں واضح طور پر فرق کر سکتا ہے اور بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دامنِ عصمت کو اس قسم کے مکروہ فریب کی آلات بلکہ جملہ معاصلی اور عیوب کی آلوگی سے روز اول سے ہی محفوظ رکھا ہوا تھا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں روز اول سے ہی اس منصب و مرتبہ کیلئے حضرت یعقوب علیہ السلام کو منتخب کر لیا گیا اور ان کے متعلق حضرت ابراہیم کو بھی بتلا دیا تھا کہ حضرت اسحاق کے بعد اس منصب کے حقدار حضرت یعقوب ہیں اسی لئے عیوب کا کہیں نام ہی نہیں لیا گیا۔ لہذا ان کو اس سعادت کے ھموں کے لئے یہ ہتھکنڈے استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ خدا نے بخشنده

یہودا بن یعقوب علیہ السلام پر بہتان اور نسب تصحیح علیہ السلام پر اعتراض

تب یہود نے اپنی بہوت مر سے کہا کہ میرے بیٹے سیلہ کے بالغ ہونے تک تو اپنے باپ کے گھر بیوہ بیٹھی رہ کیونکہ اس نے سوچا کہ کہیں یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح ہلاک نہ ہو جائے سو تھراپنے باپ کے گھر میں جا کر رہنے لگی اور ایک عرصہ کے بعد ایسا ہوا کہ سو ع کی بیٹی جو یہودا کی بیوی تھی مر گئی اور جب یہودا کو اس کا غم ہمولا تو وہ اپنے عدالامی دوست جیرہ کے ساتھ اپنی بھیزوں کی پشم کے کترنے والوں کے پاس تمدن کو گیا اور تم کو یہ خبر میں کہ تیرا خسر اپنی بھیزوں کی پشم کرنے کیلئے تمدن کو جارہا ہے تب اس نے اپنے رنڈاپے کے کپڑوں کو اُتار پھینکا اور بر قعہ اوڑھا اور اپنے کوڈھانکا اور عینیم کے چھانک کے برابر جو تمدن کی راہ پر ہے جا بیٹھی کیونکہ اس نے دیکھا کہ سیلہ بالغ ہو گیا مگر یہ اس سے بیا ہی نہیں گئی۔ یہودا سے دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کسی ہے کیونکہ اس نے اپنامہ ڈھانپ رکھا تھا۔ سو وہ راستہ سے اس کی طرف ڈڑا اور اس سے کہنے لگا ذرا مجھے اپنے ساتھ مباشرت کر لینے دے کیونکہ اسے بالکل معلوم نہیں تھا کہ وہ اس کی بہو ہے۔ اس نے کہا تو مجھے کیا دے گا تا کہ میرے ساتھ مباشرت کرے۔ اس نے کہا میں رویوں میں سے بکری کا ایک بچہ تھے دوں گا، اس نے کہا اس کے بھجنے تک تو میرے پاس چھرہن کر دے گا۔ اس نے کہا تو مجھے کیا دوں۔ اس نے کہا اپنی مہر اپنا باڑ و بند اور اپنی لائھی جو تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس نے یہ چیزیں اسے دیں اور اس کے ساتھ مباشرت کی اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی، پھر وہ انٹھ کر چل گئی اور بر قعہ اُتار کر رنڈاپ کا جوڑا پکن لیا اور یہودا نے اپنے عدالامی دوست کے ہاتھ بکری کا بچہ بھیجا تا کہ اس عورت کے پاس سے رہن واپس منگائے، پر وہ عورت اسے نہیں۔ تب اس نے اس جگہ کے اوگوں سے پوچھا کہ وہ کبی عینیم میں راستہ کے برابر بیٹھی تھی کہاں ہے۔ انہوں نے

کہا یہاں کوئی کبی نہ تھی۔ تب اس نے یہودا کے پاس لوٹ کر اُسے بتایا کہ وہ مجھے نہیں ملی اور وہاں کے لوگ بھی کہتے ہیں کہ وہاں کوئی کبی نہیں تھی یہودا نے کہا خیر، اس رہن کو وہی رکھے ہم تو بدنام نہ ہوں میں نے تو بکری کا بچہ بھیجا پر وہ تجھے نہ ملی اور قریباً تین مہینے کے بعد یہودا کو سرخ برطی کہ تیری بہوت مر نے زنا کیا اور اسے چھ مہینے کا حمل بھی ہے۔ یہودا نے کہا اسے باہر نکال لاؤ کہ وہ جلالی جائے جب اسے باہر نکالا تو اس نے اپنے خسر کو کہلا بھیجا میرے اس شخص کا حمل ہے جس کی یہ چیزیں ہیں سو تو پچھان تو سہی کہ یہ مہر اور باڑ و بند اور لائھی کس کی ہے تب یہودا نے آواز کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ صادق ہے کیونکہ میں نے اسے اپنے میٹے سیلہ سے نہیں بیاہا اور وہ پھر بھی اس کے پاس نہ گیا اور اس کے وضع حمل کے وقت معلوم ہوا کہ اس کے پیٹ میں توام ہیں اور جب وہ جننے لگی تو ایک بچہ کا ہاتھ باہر آیا اور دائی نے پکڑ کر اس کے ہاتھ میں لال ڈوراباندھ دیا اور کہنے لگی کہ یہ پہلے بیدا ہوا اور یوں ہوا کہ اس نے اپنا ہاتھ پھر کھینچ لیا تھے میں اس کا بھائی پیدا ہو گیا، تب وہ دائی بول اٹھی تو کیسے زبردستی نکل پڑا سو اس کا نام فارص رکھا گیا، پھر اس کا بھائی جس کے ہاتھ میں لال ڈوراباندھا تھا پیدا ہوا اور اس کا نام مزارح رکھا گیا۔

(پیدائش باب ۳۸-۳۰۲۱)

تبصرہ:

اس طویل اقتباس کو پڑھ لینے کے بعد خدا لگتی بات یہ ہے کہ اس عبارت کو قطعاً الہامی نہیں کہا جا سکتا اور نہ اس کو وحی الہامی کہہ سکتے ہیں۔ پھر اس میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے عمر رسیدہ بیٹے یہودا کے اخلاق کی جو تصویر سامنے آتی ہے وہ محوجہت کر دیتی ہے کیونکہ اس یہودا کے دو بیٹے جو اس کی بہوت مر سے یکے بعد دیگرے بیا ہے گئے اور وہ مر گئے اور اس کی محبوب یہوی بھی مر گئی مگر خدا کا خوف اور قبر کے عذاب یا آخرت کے عذاب سے ذرا اور اپنی موت کا قطعاً قرآن

میں نظر نہیں آتا اور پھر ان کی بہوت مرکا جوشِ انتقام میں جنون کی حد تک پہنچ جانا اور سیلہ کے بالغ ہونے پر اس سے نہ بیا ہے جانے کا یہ بدلہ لینا کہ اپنے سُسر کے ساتھ بدکاری کرنی شاید نہیں یہ واقعہ اپنی نوعیت کا واحد واقعہ ہو ورنہ خود کشی وغیرہ تو سننے میں آتی رہتی ہے لیکن اس طرح غم و غصہ کا اظہار بھی سننے میں نہیں آیا۔

البتہ ایک سوال کا جواب علماء باجل پر لازم ہے گا کہ یہودا نے اس عورت کے ساتھ گفتگو بھی کی اور اپنی اشیاء رہن بھی رکھیں اور بدکاری بھی کی لیکن نہ لب والجہ سے پہچان ہوئی نہ اشیاء ہاتھ میں تھما تے وقت ہاتھ دیکھنے پر اور نہ ہی چہرہ دیکھنے پر۔ کیا پڑھی لکھی دُنیا میں اس قسم کے افسانے کو صحیح تسلیم کر لینے کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے؟ اور کسی کی عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ یہودا نے اپنی شہوت تو پوری کر لی مگر اس عورت کے چہرہ کو دیکھنے سے شرماتے رہے اور بالخصوص جب یہودا اسی شہر سے گزر رہا تھا جو تم رکا آبائی شہر تھا اور خود ہی یہودا نے اس کو میکے بھیجا تھا تو گفتگو اور چہرہ مُہرہ چال ڈھال سے کیونکر اس کو اندازہ نہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنفین باجل نے اس افسانہ کو تراشتے وقت عقل سے ذرہ کام نہیں لیا۔

پیغمبر کو بیک وقت دو پچوں کی ماں ثابت کر دیا اور پچوں کی ہوشیاری بھی کہ پیٹ کے اندر بھی ان میں مسابقت جاری رہی۔ کوئی ہاتھ پہلے نکالتا ہے تو دوسرا اسے پیچھے ہٹا کر خود پہلے نکل آتا ہے؟ کیا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وحی والہام کے ذریعے حاصل ہونے والا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ زیادتی اور اُن کے تقدس پر اعتراض

حضرت مسیح کے نسب نامہ مندرجہ متى باب اول میں یہوداہ کے تتر کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے فارص کو آپ کے آبا و اجداد میں شمار کیا گیا ہے اور کتاب کی رو سے حرام زادہ خدا کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا لہذا اس واقعہ نے نبی لفاظ سے حضرت مسیح کے تقدس کو بھی بخوبی کر دیا اور اسی طرح یہوداہ بھی حضرت مسیح کے آبا و اجداد میں ہے اور اس کا عمل و کردار یہ ہے تو اس سے بھی آپ کا نبی تقدس پامال ہوتا ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام پر بچھڑا بنا نے اور اس کو معبوود قرار دینے کا الزام

(۱) جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پھاڑ سے اُترنے میں دیر لگائی تو ذہ ہارون کے پاس جمع ہو گئے اور اس سے کہنے لگا اُنھوں نے دیوتا بنا دے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا گیا ہو گا۔ ہارون نے ان سے کہا تمہاری بیویوں، لڑکوں اور لڑکیوں کے کافوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں ان کو اُنہاں کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ سب لوگ ان کے کافوں سے سونے کی بالیاں اُنہاں تارکاران کو ہارون کے پاس لے کر آئے اور اس نے ان کے سے لیکر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنا یا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی۔ تب ذہ کہنے لگے۔ اے اسرائیل یہی تیرا ذہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا۔ یہ دیکھ کر ہارون نے اس کے آگے قربان گاہ بنائی اور اس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کیلئے عید ہو گی اور ذہ و سرے دن صبح سوریے اُنھوں نے قربانیاں چڑھائیں۔ (خروج باب ۳۲-۵۲)

(2) اور موسیٰ نے ہارون سے کہا کہ ان لوگوں نے تیرے ساتھ کیا تھا جو تو نے ان کو اتنے بڑے گناہ میں پھنسا دیا۔ ہارون نے کہا میرے مالک کا غصب نہ بھڑ کے، تو ان لوگوں کو جانتا ہے کہ بدی پر تلے رہتے ہیں چنانچہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارے لئے دیوتا بنا دے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس آدمی موسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کے لایا کیا ہوگا۔ تب میں نے ان سے کہا کہ جس جس کے باں سونا ہو وہ اسے اتار لائے پس انہوں نے اسے مجھ کو دے دیا اور میں نے اسے آگ میں ڈالا تو یہ بچھڑا نکل پڑا۔

(خودج باب ۳۲-۲۱)

(3) اور خداوند ہارون سے ایسا غصہ تھا کہ اسے ہلاک کرنا چاہا پر میں نے اس وقت ہارون کے لئے بھی دعا کی اور میں نے تمہارے گناہ کو یعنی اس بچھڑے کو جو تم نے بنایا تھا لے کر آگ میں جلایا۔
ج

(استثناء باب ۹-۲۰)

تبصرہ:

حضرت ہارون علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان نبی و پیغمبر ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جاتے وقت ان کو اپنا قائم مقام بھی بنایا تھا لیکن کتاب مقدس کے مطابق انہوں نے نہ توبۃت و پیغمبری کا حق ادا کیا اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام کی نیابت کا بلکہ آزری سنت پر عمل کر کے شریعت ابراہیم اور شریعت موسیٰ علیہما السلام کی خلاف ورزی کی اور قوم کوہت پرستی اور گوسالہ کی پوچھا پاٹ اور اس کے لئے قربانیاں چڑھانے میں مصروف کر دیا بلکہ خداوند تعالیٰ کا انکار ہی کر دیا کیونکہ بچھڑا کے خذ و خال چھینی سے درست کرنے کے بعد کہا ”اے اسرائیل یہی وہ تیراد یوتا ہے جو شجھ کو مصر سے نکال لایا۔“ حالانکہ اس وقت بچھڑے کا نام و نشان بھی نہ تھا مگر پھر بھی وہ سارا کارنا مہ صرف اسی کی طرف منسوب کر دیا تو خداوند تعالیٰ کی

ہستی کا بھی انکار لازم آگیا اور خدا کی قدرت کاملہ کے عظیم نہ نے جو ملک مصر سے نکلنے پر ظاہر ہوئے اور فرعون اور اس کی قوم کی تباہی جیسے ناقابل تصور خرق عادت کو اس مجسمہ کی طرف منسوب کر کے ظالم عظیم کا رنکاب کیا اور نہ صرف خود مشرک ہوئے بلکہ دوسروں کو مشرک بنانے کے مرتكب ہونے اور پھر خداوند تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بننے اور صرف موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عملاً ہلاکت سے بچے ورنہ بس تباہی آیا ہی چاہتی تھی جیسے کہ تیسرا منقولہ عبارت سے واضح ہے۔ کیا نبی کے ساتھ اس سے بڑا ظالم اور اس سے بڑی گستاخی کوئی ہو سکتی ہے کہ اسے مشرک اور مشرک گ اور بُت تراثی اور بُت گرثابت کیا جائے؟ اور لوگوں کو خدا سے بااغی کرنے والا اور خدا کے فعل کو فقط اس تراثی ہوئی مورتی کا فعل قرار دینے والا؟۔ لیکن اس کے برعکس نبی اُمی ملیثیم کی تعلیمات اور ان کے قرآن کا اعلان براءت ملاحظہ فرماویں۔

اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام اس الزام و اتهام سے بالکل مزدہ و مبڑی ہیں۔ بچھڑا بنانا اور لوگوں کو اس کی پوچھا پاٹ کی دعوت دینا دراصل سامری کا فعل تھا۔ اسی نے لوگوں سے زیور لئے اور بچھڑا بنایا اور اس کے مُنہ میں وہ مٹی ڈالی جو اس نے جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے سموں کے نیچے سے اٹھائی تھی جو فرعون اور اس کی قوم کو دریا میں داخل کرنے کی غرض سے گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے آگے آگے چلے اور خود پار نکل گئے لیکن وہ غرق ہو گئے۔ سامری نے اس کا کرشمہ محسوس کیا تو اس سے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر رکھ لی اور بچھڑا بن گیا تو اس کے مُنہ میں ڈال دی جس سے اسیں جان پیدا ہو گئی اور اس نے کہا یہ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا معبد ہے چنانچہ نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب مجید اس امر کی گواہی دیتے ہوئے فرماتی ہے ”وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ“ (سورہ ط: ۸۵، ۸۶) بنی اسرائیل کو سامری نے گمراہ کیا، فَكَذَّلِكَ الْقَوْنِي السَّامِرِيُّ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدَهُ خُوارٌ (سورہ ط: ۸۷، ۸۸) ایسے ہی سامری نے اس مجسمہ کے مُنہ میں مٹی ڈالی تھی اور ان کے لئے بچھڑا بطور ایسے مجسمہ کے

میں نے تمہاری آمد اور اصلاح و مشورہ تک اس اقدام کو ملتوی کر رکھا تھا تاکہ تم میرے اقدام کو جلد بازی اور تفرقہ اندازی پر محول نہ کرتے۔ رہا زبانی سمجھانا تو اس کے متعلق قرآن مجید گواہی دے رہا ہے: وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلٍ يَا قَوْمٍ إِنَّمَا فُتَنْتُمْ بِهِ وَإِنْ رَبُّكُمْ الرَّحْمَنُ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُونِي أَمْرِي (سورہ ط، ۹۰:۲۰) اور البیت تحقیقی کہا ان کو ہارون نے اس سے پہلے اے میری قوم تم صرف اس پھرے کے ذریعے آزمائے گئے ہو (کہ تو حید خداوند پر برقرار رہتے ہو یا نہیں) بیٹک پروردگار تمہارا صرف حمل جل واعلیٰ ہے پس میری اتباع کرو اور میرے حکم کی تعیل و اطاعت کرو لیکن انہوں نے تعیل و ارشاد سے انکار کرتے ہوئے کہا "آن نَبِرَّةَ عَلَيْهِ عَاكِفِينَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ" (سورہ ط، ۹۱:۲۰) ہم اسی کے حضور اعتماد کے ہوئے ہیں تا آنکہ موسیٰ ہماری طرف لوٹ آئیں ان کی واپسی سے قبل ہم اسکی پوچھا پاٹ اور اس کے سامنے اعتماد کو ترک نہیں کریں گے۔

دونوں تم کے بیانات اور نظریات دیکھ لئے اور ان سے بخوبی اندازہ لگایا کہ کتاب یہود و نصاریٰ میں اس کے مصنفوں نے مکمل بد دینی کا مظاہرہ کیا ہے اور انبیاء کے مقدس دامن پر داغ لگانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ بلکہ بہتان تراشی کی انتہاء کر دی اور قرآن کریم نے یہ داغ اور بد نہاد ہبے ان سے دور کئے۔
لہذا اس کتاب مقدس کو آسمانی یا الہامی کتاب کہنا قطعاً غلط ہے بلکہ اس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ذمہنوں نے تصریفات کر کے اس کو مسخ کر دیا ہے۔

جو آواز گایوں کی مانند کالتا تھا۔ قالَ فَمَا خَطُبُكَ يَا سَامِرِيُّ قالَ بَصُرُتُ بِمَالِهِ يَبْصُرُ وَأَبِيهَ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ أَثْرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلْتُ لِي نَفْسِيُّ (سورہ ط، ۹۶:۹۵:۲۰) فرمایا تیر اکیا حال ہے اے سامری (تو نے یہ حرکت کیوں کی؟) اس نے کہا میں نے وہ چکھ دیکھا جلوگوں نے نہیں دیکھا تھا تو میں نے اللہ کے بیچے ہوئے فرشتے (کی سواری) کے نشان قدم سے مشھی مشی کی لی پس اس کو (اس ڈھالے ہوئے مجھے پر) پھینکا اور ایسی میرے دل نے میرے لئے اس تجویز کو گھرا۔
ان تینوں عبارات سے صاف واضح ہے کہ اس سارے کردار کی ذمہ داری سامری پر عائد ہوتی ہے نہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام پر ان کے ذمے جو چکھ لگ سکتا ہے وہ ان کا جہاد سے باز رہنا اور زور باز و سے قوم کو اس شرک سے باز نہ رکھنا لیکن اس کی معذرت کرتے ہوئے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شکوے کا جو جواب دیا ہے کلام مجید اور فرقان مجید کی زبانی ساعت فرمائیں:

قَالَ يَا هَارُونُ مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلَّلُوا إِلَّا تَتَبَعَنِ طَغْصَيْتَ أَمْرِي ۵ قَالَ يَبْنُوْمَ لَا تَأْخُذْنِي بِحَيَّتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقِبْ قَوْلِيُّ (سورہ ط، ۹۷:۹۳، ۹۲:۲۰) کہا موسیٰ نے اے ہارون تجھے کس چیز نے روکے رکھا ہے جب دیکھا تو نے ان کو گمراہ ہو گئے کہ میری اتباع کرنا (اور ان کے خلاف جہاد کرنا) کیا تو نے میرے حکم کی خلاف درزی کی ہے کہا ہارون نے اے میری ماں کے بیٹے نہ میری داڑھی پکڑ و اور نہ میرے سر کو میں نے یہاں دیشہ کیا کہ تو کہے تو نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا اور میری بات (اور اصلاح مشورہ) کا انتظار نہ کیا۔ پوری تفصیل سورہ ط میں ملاحظہ کریں۔

ان کلمات طیبات میں کس طرح حضرت ہارون کے دامن کو اس آلاش اور غلاظت سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور ان کے عملی اقدام نہ کرنے کا بھی کیا حسین غذر پیش کر دیا گیا ہے کہ

مُوسیٰ علیہ السلام پر خُداوند کی حکم عدویٰ کا الزام

اگر بائیبل کے بیان کے مطابق ہم حضرت ہارون علیہ السلام کو ہی اس نامزد افضل کا مرتكب تسلیم کریں تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی حکم خداوندی کی مخالفت اور عدم اتباع کے مرتكب لازم آتے ہیں کیونکہ استثناء باب ۱۳۔ ۱۴ پر موقوم ہے:

”اگر تیرے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور جھوک کسی نشان یا عجیب بات کی خبر دے اوڑھنا یا عجیب بات جس کی اس نے تجھے خردی و قوع میں آئے اور وہ تجھ سے کہے کہ آہم اور معین دوں کی جن سے تو اتفق نہیں پیروی کر کے ان کی پوجا کریں تو تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات کو نہ سننا“ (ت) اس نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جاوے کیونکہ اس نے تم کو خداوند تمہارے خدا سے بغاوت کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ تجھ کو اس راہ سے جس پر خداوند تیرے خدا نے تجھ کو چلنے کا حکم دیا ہے بہکائے۔ یوں تو اپنے نیچ میں سے ایسی بدی ڈور کرنا.....

کیونکہ اس حکم کی رو سے آپ پر لازم تھا کہ ہارون کو قتل کرتے اور اس بدی کو اس سخت اقدام کے ساتھ ختم کرتے تاکہ آئندہ کسی کو ایسی حرکت کی خرأت نہ ہوتی لیکن موسیٰ علیہ السلام کا کوئی نوش لینا اور حضرت ہارون پر تشدد کرنا قطعاً نہ کوئی بلکہ اللہ تعالیٰ کے غصب بھر کنے پر اتنا حضرت موسیٰ ہارون علیہما السلام اور بنی اسرائیل کے ان گمراہ لوگوں کے لئے سفارشی بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کیا حدود و قصاص اور مقرر کردہ سزاوں کے معاملہ میں پیغمبر کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ ذہ سزا کا عدم قرار دے دے یا اُلٹا سفارشی بن جائے؟ لہذا صاف ظاہر ہے کہ یہ بہتان اگر درست تسلیم کریں تو پھر موسیٰ علیہ السلام کا دامن بھی بیداغ نہیں رہ سکتا لہذا الزام سرے سے ہی بے بنیاد ہے اور مصنفین بائیبل کی بے بصیرتی کی میں دلیل کہ کم از کم ایسے واضح

تضاد اور مخالفت کو تو دو کرنے کی کوشش کرتے۔

حضرت ہارون پر موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کا الزام

اور خُدا کے غصب کے بھڑ کنے کا بہتان

موسیٰ نے ایک کوئی عورت سے پیاہ کر لیا سواں کوئی عورت کے سبب سے جسے موسیٰ نے بیاہ لیا تھا مریم اور ہارون اس کی بدگوئی کرنے لگے، وہ کہنے لگے کہ کیا خداوند نے فقط موسیٰ سے ہی باتیں کی ہیں۔ کیا اس نے ہم سے بھی باتیں نہیں کیں۔ سو خُداوند نے یہ سننا (ت) اور ان کو بلا کر فرمایا۔ سو تم کو میرے خادم موسیٰ کی بدگوئی کرتے خوف نہ آیا اور خُداوند کا غصب ان پر بھڑ کا اور وہ چلا گیا اور ابرا خیمه کے اوپر سے ہٹ گیا اور مریم کو زہ سے برف کی مانند سفید ہو گئی اور ہارون نے جو مریم کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ وہ کوڑھی ہو گئی تب ہارون موسیٰ سے کہنے لگا، ہائے میرے مالک اس گناہ کو ہمارے سر نہ لگا کیونکہ ہم سے نادانی ہوئی اور ہم نے خطا کی اور مریم کو اس رے پوتے کی طرح نہ رہنے دے جس کا جسم اس کی پیدائش ہی کے وقت آر دھا گلا ہوا ہوتا ہے۔
(گنتی باب ۱۲-۱۳)

تبصرہ:

گله و شکوہ اور غیبت ایسا قبیح فعل ہے جو عام انسان کو بھی زیب نہیں دیتا چہ جائیکہ مسلمان کو اور چہ جائیکہ پیغمبر کو اور وہ بھی موسیٰ الکیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا گله و شکوہ غیبت پھر یہ دعویٰ کہ کیا خداوند نے صرف موسیٰ کے ساتھ کلام کیا ہمارے ساتھ بھی کلام کیا ہے کیا حقائق کا مدد چڑانے کے مترادف نہیں؟ اکیلے طور پر بھی وہی گئے اور ہارون علیہ السلام اس وقت بھی ساتھ نہیں تھے اور دیگر مواقع پر بھی حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے ہی پابند رہتے تھے اور ان کو

حامله ہو گئی سواس نے داؤ د کے پاس خبر تھی کہ میں حاملہ ہوں۔

(سموئل باب ۱۱-۶۲)

(2) اور جب اوریاہ کی بیوی نے سن کہ اس کا شوہر اوریاہ مر گیا تو وہ اپنے شوہر کیلئے ماتم کرنے لگی اور جب سوگ کے دن گذر گئے تو داؤ د نے اسے بلوکار اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی ہو گئی اور اس سے اس کے ایک لڑکا ہوا اس کام سے جسے داؤ د نے کیا تھا خداوند ناراض ہوا۔

(سموئل باب ۱۱-۶۲)

(3) اور خدا نے اس لڑکے کو جو اوریاہ کی بیوی کے داؤ د سے پیدا ہوا تھا مارا، اور ساتویں دن وہ لڑکا مر گیا۔

(سموئل ۲-باب ۱۵-۱۸)

(4) تب ناق نے داؤ د سے کہا کہ وہ شخص تو ہی ہے۔ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میں نے تجھے مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنایا اور میں نے تجھے سائل کے ہاتھ سے بخدرہ ایسا اور میں نے تیرے آقا کا گھر تجھے دیا اور تیرے آقا کی بیویاں تیری گود میں کردیں اور اسرائیل اور یہودا کا گھر تجھ کو دیا اور اگر یہ سب کچھ تھوڑا تھا تو میں تجھ کو اور اور چیزیں بھی دیتا، سوتونے کیوں خداوند کی بات کی تحریر کر کے اس کے حضور بدی کی؟ تو نے حتیٰ اوریاہ کو تلوار سے مارا اور اس کی بیوی لے لی تاکہ وہ تیری بیوی بنے اور اس کو بھی عمون کی تلوار سے قتل کروایا۔ سواب تیرے گھر سے تلوار بھی الگ نہ ہو گی کیونکہ تو نے مجھے تحریر جانا اور حتیٰ اوریاہ کی بیوی لے لی تاکہ وہ تیری بیوی ہو، سو خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں شر کو تیرے ہی گھر سے تیرے خلاف اٹھاؤں گا اور میں تیری بیویوں کو لے کر تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسایہ کوڑوں گا اور وہ دن دہاڑے تیری بیویوں سے صحبت کرے گا کیونکہ تو نے چھپ کر یہ کیا، میں سارے اسرائیل کے رزو بر و دن دہاڑے یہ کروں گا۔

(سموئل باب ۱۲-۷-۱۲)

احکام انہی کی وساطت سے ہی حاصل ہوتے تھے اور پھر ان کے شان کلیسی میں ممتاز ہونے کا انکار دو پھر کے سورج کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ پھر مریم و ہارون دونوں غیبت میں شریک ثابت کرنے کے بعد صرف مریم کو اس عذاب میں بنتا دکھانا جبکہ غیبت میں دونوں برابر اور نسب میں بھی دونوں برابر خدا کے عدل و انصاف کو بھی موروث عن ونشیق بنانے کے مترادف ہے۔ علاوه ازیں کوشی عورت سے بیاہ کرنا جائز تھا یا نہ؟ پہلی صورت میں غیبت اور گلہ شکوہ کی بنیاد ہی ختم ہو گئی اور دوسری صورت میں خود موسیٰ علیہ السلام مورداً الزام ہبھرتے ہیں اور وہ دونوں حضرات سچے نظر آتے ہیں کیونکہ ان کے غلط اقدام پر وہ تنقید نہ کرتے تو دوسرے لوگ بھی اپنے مقتا کے عمل سے دھوکہ کھا سکتے تھے لہذا ان کا یہ اقدام قبل ستائش ہونا چاہئے نہ کہ قبل مواجهہ جرم۔

لیکن اس کے عکس اسلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو ان عظیم ہستیوں میں شمار کیا ہے جو ہدایت کے روشن مینار ہیں اور ان کا عمل راہ راست کی دلیل ہے اور ان کا نشان قدم منزل مقصود کی درست علامت۔ "أُولِئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فِيهِمَا هُمْ أَقْتَدِيَةُ" (سورہ الانعام ۹۰:۶)۔ لہذا ان پر اس قسم کا الزام سراسر بہتان ہے اور اس کا حقیقت و واقعہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ هذا والله ورسوله اعلم۔

داؤ د علیہ السلام کی شان میں گستاخی

(1) اور شام کے وقت داؤ د اپنے پنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہنے لگا اور چھت پر اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہار ہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی، تب داؤ د نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا کیا وہ العام کی بیٹی بنت سبع نہیں جو حتیٰ اوریاہ کی بیوی سے؟ اور داؤ د نے لوگ بھیج کر اسے بکالیا، وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت

(5) داؤد علیہ السلام سے عملی انتقام:

تب ابی سلوم نے اخینفل سے کہا تم صلاح دو کہ ہم کیا کریں۔ سو اخینفل نے ابی سلوم سے کہا کہ اپنے باپ کی حرمون کے پاس جا جنکو وہ گھر کی نگہبانی کو چھوڑ گیا ہے اس لئے کہ جب سب اسرائیل سنیں گے کہ تیرے باپ کو صحیح سے نفرت ہے تو ان سب کے ہاتھ جو تیرے ساتھ ہیں قویٰ ہو جائیں گے۔ سوانہوں نے محل کی چھت پر ابی سلوم کے لئے ایک تنبور کر دیا اور ابی سلوم سب بی اسرائیل کے سامنے اپنے باپ کی حرمون کے پاس گیا۔

(سموئیل باب ۷۱-۲۲۶۲۰)

(1) ان پانچوں عبارات پر اچھی طرح نظرڈالیں اور پھر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام اتنی کثیر تعداد بیویوں کے ہوتے ہوئے بھی زنا کریں اور اپنے ایک سپاہی اور شکری کی عزت و آبرو لوٹ لیں تو وہ ایک عادل بادشاہ کہلانے کے بھی حق دار نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ رسول اور نبی ہوں، علاوه ازیں اس قدر بیویوں کے ہوتے ہوئے زنا جیسا فتح فغل صرف اور صرف بندہ ہوں اور مجسمہ و قاحت و بے حیائی ہی کر سکتا ہے نہ کہ خدا کا خوف رکھنے والا مسلمان چہ جائیکہ منصب نبوت کا تاجدار اور خلافت خداوند تعالیٰ کا خلعت پوش قال تعالیٰ ”يَا داؤدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ“ (سورۃ مص، ۳۸:۲۶) اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں اپنا خلیفہ اور نائب بنایا ہے۔

(2) داؤد علیہ السلام کے زنا سے نجوض باللہ محل شہر اور اس کا تولد ہوا مگر داؤد علیہ السلام اس کے بیمار پڑنے پر بیشان ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا اور زاری کرتے رہے لیکن بالآخر وہ اللہ تعالیٰ کی نار نصکی کی وجہ سے مر گیا۔ آخر ایک حرام زادہ کی خاطر اس قدر پر بیشانی اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں ندامت کے آنسو بہانے کی بجائے اس کے بچانے کے لئے دعا کیں کرنا

کس اخلاقی بلندی اور اعلیٰ معیار پر فائز ہونے کی دلیل ہے۔ ایک حرامی بچے کو خاندان نبوت میں داخل کرنا ہی کتنا ناقابل برداشت فعل ہے جس کے تصور سے ہی روئنے کھڑے ہوتے ہیں لیکن پھر اس پر اس قدر اصرار اور دعا میں والجھائیں کرنا تو حضرت داؤد کے تصور عظمت کو ہی اور قلب سے حرف غلط کی طرح محکر کے رکھ دیتا ہے۔

(3) حضرت داؤد موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر کار بند تھے اور اس میں شادی شدہ زانی کی سزا سنگساری ہے ایسی صورت میں وہ عورت بھی سنگار کی جانی ضروری تھی اور خود داؤد علیہ السلام بھی کیا جس شخص کو اللہ تعالیٰ دین کی پاسداری اور اس پر عملدرآمد کے لئے پھن لے اور اس کو اس قابل سمجھ کر یہ ذمہ داری تقویض کرے اسکے متعلق یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ خود اس دین اور شریعت کی اس طرح دھجیاں اڑایا گا اور اس کی خلاف ورزی پر لوگوں کو بھی جرأت دیا گا؟

(4) پھر داؤد علیہ السلام پر ہی یہ ازام عائد نہیں ہوتا بلکہ سیماں علیہ السلام پر بھی کیونکہ ان کو سلطانین باب :۱ میں اسی عورت بت سبع کا بینا ظاہر کیا گیا ہے؟ اور اسی کی سفارش سے ان کی بادشاہی اور تخت نشینی ثابت کی گئی، کیا خدا کے پیغمبر زنا کار عورتوں سے پیدا ہو سکتے ہیں، العیاذ باللہ۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ یہی بت سبع حضرت مسیح کی دادیوں میں سے ہے لہذا ان کا تقدس بھی محروم کر دیا گیا۔

(5) پھر داؤد علیہ السلام پر صرف تہمت زنا کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بڑے ڈرامائی انداز میں ان کو تھی اور یاہ کا قاتل بھی ثابت کیا گیا ہے، کیا وہ طلاق کا مطالبہ نہیں کر سکتے تھے ضرور قتل کے بعد ہی اس عورت کو اپنی بیوی بناسکتے تھے؟

(6) نیز داؤد علیہ السلام کے خدا کے انتقام کا نشانہ بننے اور بیٹے کے ہاتھوں ان کی بیویوں کی عزت و آبرو کے بر باد ہونے اور وہ بھی دن دھاڑے اور مکان کی چھت پر اس ظلم و بربریت کا نشانہ بننے کا تذکرہ کر کے لوگوں کے سامنے ان کی کس قدر رسوائی اور بے آبروئی بیان کی گئی

ہے۔ آخرنا کردہ گناہ بیویوں کو یہ سزا دینے کا کیا مطلب؟ اور بیٹے کے ذریعے ہی ضروری تھا کہ انتقام لیا جاتا گویا پورے گھرانے کو ہی اس گندگی اور غلاظت سے آلوہ کر دکھلایا اور خاندان بہوت کی عزت و عظمت کو خاک میں ملانے کی ناپاک کوشش میں کوئی کمی روانہیں رکھی۔

اسلامی نقطہ نظر:

آئیے اب اس افسانے کی حقیقت اسلامی مأخذ سے تلاش کریں اور دیکھیں کہ انبیاء کی عظمت کا محافظ قرآن ہے یا کتاب مقدس؟

قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "وَشَدَّدَا مُلْكَهُ، وَأَتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَلَ الْغِطَابَ" (سورۃ ص، ۲۰:۳۸)، ہم نے اس کے ملک و سلطنت کو مضبوط بنایا اور اس کو حکمت و دانش اور حقد و باطل میں تیزدیزیں والے کلام سے نواز اور خصومات میں صحیح فیصلہ کی توفیق بخشی اس کے بعد ان کی عبادت گاہ میں داشتھا ص کا اچانک داخل ہونا اور اپنے جھگڑے کا فیصلہ طلب کرنا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان میں سے ایک نے کہا این ہذا اخی لہ، تِسْعَ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلَى نَعْجَةً وَاحِدَةً فَقَالَ أَكْفَلُنِيهَا وَعَزَّزَنِي فِي الْخِطَابِ (سورۃ ص، ۲۳:۳۸)۔ میرے اس بھائی کے لئے ننانوے ذمیباں ہیں اور میرے لئے صرف ایک ذمی ہے اور اس نے مجھے کہا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دے اور میری ملک میں دے دے اور مجھ پر گفتگو میں غالب ہے۔ یہ جھگڑا سن کر داؤد علیہ السلام نے فیصلہ دیے دیا، لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "وَظَنَّ داؤدٌ أَنَّمَا فَتَنَهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ، وَخَرَّ رَأِكِعًا وَأَنَابَ فَغَفَرَنَا لَهُ ذِلْكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ۔ (سورۃ ص، ۲۵، ۲۳:۳۸) اور گمان کیا داؤد نے کہ ہم نے اس کو آزمایا تو فوراً اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اور جھکتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں سر بخود ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا پس ہم نے ان کو

وہ معاف کر دیا بیٹک ان کے لئے ہمارے ہاں بہت قرب ہے اور بہتر سمجھ کانا۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے خود بخوبی متنبہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور مسئلہ کی بیان کردہ صورت سے عبرت حاصل کر کے بارگاہ خداوندی میں سر بخود ہونے کا بیان ہے۔ ذرا اس استفتاء کے اندر غور کرو تو صاف طور پر یہ حقیقت سامنے آ جاتی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اور یاہ کی بیوی خود اور یاہ سے طلب کی تھی اور طلاق کے بعد مددت گزارنے پر اس کو زوجیت میں لے لیا تھا اور یہی تصریح روایات آثار اور کتب تفاسیر میں موجود ہے جس سے قطعاً داؤد علیہ السلام کا کسی گناہ میں ملوث ہونا لازم نہیں آتا اور اگر کوئی امر مقابل اعتراض والائق تنبیہ ہے تو صرف یہ کہ ننانوے بیوی کے ہوتے ہوئے اور یاہ سے اس کی بیوی کی طلاق کا مطالبہ کیوں کیا۔ یہ تمہارے منصب نبوت کے لائق نہیں تھا۔ خواہش نفس کی تکمیل شیوه پیغمبری نہیں بلکہ اس پر جر اور قہر۔ لیکن اس غیر اولیٰ اور غیر انساب فعل پر بھی وہ نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اس کی وجہ بیان فرمادی کہ وہ ہمارے بہت نزدیکی اور مقرب ہیں اور بہترین منصب والے۔ لہذا اس معمولی لغزش پر حضرت داؤد کی عزت و حرمت اس کے بیٹے کے ہاتھوں پامال کرنا اور بیٹے کے ذریعے باپ کی بیویوں اور ماوں کا دامن عصمت تارتار کرنا وغیرہ وغیرہ جو کہ کتاب مقدس میں مذکور ہے اور کتاب مقدس کے تقدیس کو ختم کرنے کا موجب ہے اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ عصمت انبیاء علیہم السلام کا محافظ قرآن اور اسلام ہے نہ کہ کتاب مقدس۔ اور انبیاء کی عظمت شان میں توہین و تنقیص کا کوئی موقعہ تورات و انجلیں کے مؤلفین نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

لے گئی کہ وہ کھائے تو اُس نے اُسے پکڑ لیا اور اُس سے کہا اے میری بہن مجھ سے وصل کر، اُس نے کہا نہیں میرے بھائی میرے ساتھ جرنہ کر کیونکہ اسرائیلوں میں کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہئے تو ایسی حمافت نہ کر اور بھلا میں اپنی رسوائی کہاں لئے پھر وہی اسرائیلوں میں احمقوں میں سے ایک کی مانند تھہرے گا تو بادشاہ سے عرض کر کیونکہ وہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا۔ لیکن اُس نے اُس کی بات نہ مانی اور پڑھنکہ وہ اُس سے زور آور تھا اس لئے اُس نے اس کے ساتھ جر کیا اور اُس سے محبت کی۔

(سموئیل باب ۱۳۔ ۱۲۷)

ابی سلوم کی طرف سے باپ کے ساتھ اور اپنی ماوں کے ساتھ زیادتی کی داستان بلکہ افسانہ مطالعہ کر لینے کے بعد اب ابی سلوم کی بہن اور حضرت داؤد کی بیٹی تمر کی عصمت کا اپنے بھائی امنون کے ہاتھوں داغدار ہونا ملاحظہ کریں اور کتاب مقدس کی زو سے اس گھرانے کا اخلاقی نقشہ دیکھیں۔ پھر داؤد علیہ السلام کا خود اپنی بیٹی کو امنون کے پاس بھیجننا اور اس کے فریب میں آتا ملاحظہ کریں۔ نیز داؤد علیہ السلام کے بھتیجے یوندب کا امنون کو چال سکھلانا اور اپنے پچ کی بے آبروئی میں شریک ہونا۔ نیز بہن کا بھائی سے یہ کہنا کہ میرے ساتھ جر کرنے کی بجائے داؤد علیہ السلام سے عرض کرو وہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا؟ باپ بیٹوں اور بیٹیوں کے متعلق کیا نقشہ پیش کر رہا ہے؟

کیا شریعت موسوی میں بہن بھائی کا باہمی ازدواجی تعلق جائز تھا؟ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس بیہودہ عبارت کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کا حصہ کیونکر مانا جا سکتا ہے؟ اور کیا یہ ساری داستان اللہ تعالیٰ کا کلام ہو سکتی ہے اور وہ کتاب جو ایسی اخلاق سوز حرکات کے بیان پر مشتمل ہو وہ قابل تلاوت ہو سکتی ہے اور قابل ہدایت۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

داؤد علیہ السلام کے بیٹے امنون پر بہن کی طرف دست درازی کا الزام

اور اس کے بعد ایسا ہوا کہ داؤد کے بیٹے ابی سلوم کی ایک خوب صورت بہن تھی جس کا نام تھا اس پر داؤد کا بیٹا امنون عاشق ہو گیا اور امنون ایسا کڑھنے لگا کہ وہ اپنی بہن تمر کے سب سے بیمار پڑ گیا کیونکہ وہ کنواری تھی۔ سو امنون کو اس کے ساتھ کچھ کرنا دشوار معلوم ہوا اور داؤد کے بھائی سمعہ کا بیٹا یوندب امنون کا دوست تھا اور یوندب بڑا چالاک آدمی تھا اس نے اس سے کہا اے بادشاہ زادے! تو کیوں دن بدن دُبلا ہوتا جاتا ہے؟ کیا تو مجھے نہیں بتائے گا؟ تب انہوں نے اس سے کہا کہ میں اپنے بھائی ابی سلوم کی بہن تمر کا عاشق ہوں۔ یوندب نے اس سے کہا تو اپنے بستر پر لیٹ جا اور بیماری کا بہانہ کر اور جب تیرا باپ تجھے دیکھنے آئے تو تو اُس سے کہنا میری بہن تمر کو ذرا آنے دے کہ وہ مجھے کھانا دے اور میرے سامنے کھانے پکائے تاکہ میں دیکھوں اور اس کے ہاتھ سے کھاؤں۔ سو امنون پڑ گیا اور اُس نے بیماری کا بہانہ کر لیا اور جب بادشاہ اس کو دیکھنے آیا تو انہوں نے بادشاہ سے کہا، میری بہن تمر کو ذرا آنے دے کہ وہ میرے سامنے دو پوریاں بنائے تاکہ میں اس کے ہاتھ سے کھاؤں۔ سو داؤد نے تمر کو گھر کھلا بھیجا کہ تو ابھی اپنے بھائی امنون کے گھر جا اس کے لئے کھانا پکا سوتھرا پنے بھائی امنون کے گھر گئی اور وہ بستر پر پرا ہوا تھا اور اس نے آٹالیا اور گوندھا اور پوریاں بنائیں اور ان کو پکایا اور توے کولیا اور اس کے سامنے ان کو انڈیل دیا۔ پر اس نے کھانے سے انکار کر دیا تب انہوں نے کہا کہ سب آدمیوں کو میرے پاس سے باہر کر دو سو ہر ایک آدمی اس کے پاس سے چلا گیا تب امنون نے تمر سے کہا کہ کھانا کو ٹھڑی کے اندر لے آتا کہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں سوتھڑہ پوریاں جو اُس نے پکائی تھیں انھا کر ان کو ٹھڑی میں اپنے بھائی امنون کے پاس لائی اور جب وہ ان کو اس کے نزدیک

ساری سلطنت کو نہیں چھین لوں گا بلکہ اپنے بندہ داؤ دکی خاطر اور یہ وہ شم کی خاطر جسے میں نے چن لیا ہے ایک قبیلہ تیرے بیٹے کو دوں گا۔
(اسلامیت باب ۱۱-۱۳۷)

تبصرہ:

کتاب مقدس کی اس تقدیس سے ذور اور ناپاکی سے بھرپور عبارت کا بغور مطالعہ کریں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا دین خدا سے برگشته ہو جانا اور بُت پرستی میں مجبراً ہونا صاف صاف ثابت ہوتا ہے اور خداوند کے دکھائی دے کرتا کیدا کید فرمانے کے باوجود بھی وہ شرک میں ہی بدلناظر آتے ہیں۔ کیا نبی ہو کر شرک کے اڈے بنائیں اور یہ یوں کی خاطر بُت پرستی کو روانہ دیں اور خود غیر معبدوں کی طرف مائل ہوں کسی عقل مند شخص کی عقل اس کو تسلیم کر سکتی ہے؟ جب خدا کا نبی اور سرچشمہ ہدایت اس قسم کی تغیین گمراہی بلکہ خلاف عقل و قیاس فعل کا مرتكب ہو تو ذرسرے کسی شخص سے کیا گلہ ہو سکتا ہے۔

پھول گفران کعبہ برخیز دُجگہ مائدہ مسلمانی

معبدوں برحق کو چھوڑ کر بے جان مجسموں کی پوجا عقل کے خلاف ہے کیونکہ جو اپنے ذریعہ وجود اور تراش خراش میں انسانی کاوش کے محتاج ہیں وہ انسان کے نفع و نقصان کے مالک اور اس کی ضروریات و حاجات کے کفیل کیونکر ہو سکتے ہیں، مگر اسرا میلی اختیارات نے نبوت کے دامن کو کس قدر بد نمائادغ لگائے اور کتنی بڑے نجاست و غلاظت کے ساتھ آلو دہ کیا۔ پھر خدا تعالیٰ کو اپنے آئین اور احکام کے برخلاف سلیمان کو قتل کرانے کی بجائے اس کو اسی طرح سلطنت پر برقرار رکھتے دکھا کر اللہ تعالیٰ کی حکمت و دلنش کا بھی صفائیا کر دیا کہیں تو وہ صرف غلط بات کہنے پر قتل کا حکم جاری کرے اور کہیں یہ یوں کی خاطر شرک کے اڈے قائم کرنے والے پر ذرا سا زوال بھی نہ آنے دے تو اس کے احکام کا اور قواعد و ضوابط کا کیا اعتبار رہ گیا۔

سلیمان علیہ السلام کی شان میں گستاخی

اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی، عمونی، ادوی، صیدانی اور حتیٰ عورتوں سے محبت کرنے لگا۔ یہ ان قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے پنج نہ جانا اور نہ وہ تمہارے پنج آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کر لیں گی۔ سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی یہیاں اور تین سورہ میں تھیں اور اس کی یہ یوں نے اس کے دل کو پھیر دیا۔ کیونکہ جب سلیمان بڑھا ہو گیا تو اس کی یہ یوں نے اس کے دل کو غیر معبدوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا اس کے باپ داؤ دکا دل تھا۔ کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوبی عمارت اور عمونیوں کے نفتری ملکوں کی پیروی کرنے لگا اور سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اس کے باپ داؤ نے کی تھی۔ پھر سلیمان موآبیوں کے نفتری کوس کے لئے اس پہاڑ پر جو یہ وہ شم کے سامنے ہے اور بنی عمون کے نفتری مولک کیلئے بلند مقام بنادیا۔ اس نے ایسا ہی اپنی سب اجنبی یہ یوں کی خاطر کیا جو اپنے دیوتاؤں کے حضور بخور جلاتی اور قربانی گزرا تھیں۔ اور خداوند سلیمان سے ناراض ہوا کیونکہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا۔ جس نے اسے دوبار دکھائی دے کر اس کو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وہ غیر معبدوں کی پیروی نہ کرے پر اس نے وہ بات نہ مانی جس کا حکم خداوند نے دیا تھا۔ اس سب سے خداوند نے سلیمان کو کہا پھونکہ تجوہ سے یہ فعل ہوا اور تو نے میرے عہد اور میرے آئین کو جن کا میں نے تجوہ حکم دیا نہیں مانا۔ اس لئے میں سلطنت کو ضرور تجوہ سے چھین کر تیرے خادم کو دوں گا تو بھی تیرے باپ داؤ دکی خاطر میں تیرے ایام میں نہیں کروں گا بلکہ اسے تیرے بیٹے کے ہاتھ سے چھینوں گا۔ پھر بھی میں

اسلامی نقطہ نظر:

آئیے اب اسلامی آخذ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ اور عند اللہ ان کا مقام معلوم کرنے چلیں۔ سورہ ص میں فرمایا ”وَهُبَّنَا لِدَاؤْدَوْ سُلَیْمَانَ نِعَمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ“ (سورہ ص، ۳۰:۳۸) ہم نے داؤد علیہ السلام کو سلیمان کا ہبہ کیا وہ اچھا بندہ ہے بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والا ہے۔ پھر جو علی اللہ کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا ”إِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعَشَّى الصِّفَنَتُ الْجَيَادُ فَقَالَ إِنِّي أَحَبُّتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَثَ بِالْحِجَابِ رُدُوهَا عَلَىٰ فَطَقِيقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ“ (سورۃ ع، ۳۲:۳۱-۳۲، ۳۸:۳۲) جبکہ ان پر پچھلے پھر عدمہ گھوڑے پیش کئے گئے تو انہوں نے کہا میں نے دوست رکھا مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے یہاں تک سُورج چھپ گیا اوٹ میں پھر لاوہ انہیں میرے پاس پھر شروع ہوئے مسح ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کو۔

اگرچہ تفسیری اقوال مختلف ہیں مگر ہر صورت میں یہاں پر سلیمان علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ثابت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ذھول اور ادنیٰ غفلت کا بھی ان کو سخت ناگوارگزنا واضح ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ گھوڑے جہاد کے لئے تھے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اور ان کی خدمت بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت تھی لیکن پھر ان کو اصلی اور مقصودی عبادت کا اس غفل میں رہ جانا سخت ناگوارگزرا تھی کہ بقول جمہور مفتخرین انہوں نے ان گھوڑوں کو سبب غفلت اور منشاء ذھول ہونے کی وجہ سے قربان کر دیا تاکہ یہ بندوں ہی منہدم ہو جائے اور پھر بھی اس غفلت کا اعادہ نہ ہونے پائے اور مال ضائع بھی نہ ہو رہ خدا میں قربان ہوا اور یہ قربانی اس زمانہ میں جائز تھی۔

اب آپ خود ہی انصاف کریں جس ہستی کیلئے اس قدر ذکر خدا سے غفلت ناقابل

دی ہوئی باجل اور شان انبیاء میں گستاخیاں

45

برداشت ہو وہ غیر معبودوں کی طرف مائل ہو جائیں اور شرک و بُت پرستی کے لئے مرکز قائم کریں۔ کس قدر حقیقت سے دُور اور عقل و فہم سے بعید بات ہے اور پھونکہ یہ کتاب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بہت عرصہ بعد نازل ہوئی اور ایک ائمہ بنی کی زبان حقیقت ترجمان نے ان کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور لگاؤ کو اس انداز میں بیان کیا ہے اس تو ہم کی قطعاً کوئی گنجائش نہ رہی کہ ابتدائی دور میں تو واقعی اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے والے تھے لیکن بعد میں بدل گئے۔ العیاذ باللہ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے آخری درجات و مراتب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ”وَإِنَّهُ عِنْدَنَا لِرُؤْفَىٰ وَحُسْنٌ مَّا كُبَّ“ (سورہ ص، ۲۵:۳۸) اور بیشک ان کیلئے ہمارے ہاں نزدیکی ہے اور بہت اچھا ٹھکانا۔

الغرض ہم نے اسلامی نقطہ نظر اور یہودیت و نصرانیت کا عقیدہ اور ان کی آسمانی و الہامی کتاب کا اس مقدس ہستی پر الزام و اتهام آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ یہ فیصلہ آپ ہی کریں کہ ان میں سے کونا نظریہ درست ہے اور قرین قیاس اور مقابل قبول اور کونا نظریہ خلاف عقل و قیاس اور ناقابل قبول۔ اور یہ کہ اسلام عصمت انبیاء کا محافظ ہے اور قرآن یا نام نہاد کتاب مقدس؟

ایلیاہ بنی کی شان میں گستاخی

اور ایلیاہی جو جلعاد کے پر دیسیوں میں سے تھا۔ انہی اب سے کہا کہ خداوند اسرائیل کے خدا کی حیات کی قسم جس کے سامنے میں کھڑا ہوں ان پر سوں میں نہ اوس پڑے گی نہ مینہ برے گا جب تک میں نہ کھوں اور خداوند کا یہ کلام اُس پر نازل ہوا کہ یہاں سے چل دے اور مشرق کی طرف اپنا رخ کر اور کریت کے نالہ کے پاس جو ریون کے سامنے ہے جا چھپ اور تو اسی نالہ میں سے پینا اور میں نے کوؤں کو حکم کیا ہے کہ وہ تیری پروش کریں سواس نے جا کر خداوند کے کلام کے

مطابق کیا کیونکہ وہ گیا اور کریت کے نالہ کے پاس جو یوں کے سامنے ہے رہنے لگا اور کوئے اس کے لئے صح کروٹی اور گوشت اور شام کو بھی روٹی لاتے تھے اور وہ اُس نالہ میں سے پیا کرتا تھا، اور کچھ عرصہ کے بعد وہ نالہ سو کھ گیا اس لئے کہ اس ملک میں بارش نہیں ہوئی تھی۔

(ا۔ مسلمین باب ۷۴۔ ۱۷)

تبصرہ:

اس ایلیاہ بنی کے متعلق آگے چل کر حوضے آئے اور تیل کو مجھانہ طور پر بڑھاد دینا اور پورے کنبے کیلئے قحط سالی ختم ہونے تک کافی ووافی کر دینا مذکور ہے اور مردہ بچے کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ لیکن اس مقام پر ان کو کوئی کی لائی ہوئی روٹی اور گوشت پر گزر بر کرتے دکھایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی بچہ اور خبیث جانور ہے اور وہ جو کچھ اٹھاتا ہے پنج سے اٹھاے یا چونچ کے ساتھ دونوں کا استعمال انتہائی مقدس اور محترم تقویٰ شخصیت کیلئے کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اور جو خدا بنی اسرائیل کے عوام کے لئے کوئی کی وساطت کے بغیر من وسلوی کا بندوبست کرتا رہا اور جس نے حضرت عیسیٰ کے حواریوں کے لیے آسمان سے برادر است روٹیوں کا دستر خوان نازل فرمادیا وہ اپنے اس مقدس بنی کے لئے صرف کوئی کی وساطت سے گوشت روٹی کا بندوبست کیوں کرتا ہے؟ کیا اس میں اس پیغمبر کی تنقیص شان نہیں؟ اگر مہمان عزیز کے لئے غلیظ اور میلے کچلے اور بچہ ہاتھوں والے خادم مقرر کر دیئے جائیں تو یہ اس کی توہین ہی تصور کی جائے گی نہ کہ تعظیم و تکریم۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اہتمام کو کس عظمت اور برتری کی نشانی کہا جاسکتا ہے؟ یاد رہے کہ کتاب مقدس کی روز سے تمام کوئے حرام ہیں جیسا کہ احبار باب ۱۱۔ ۱۵ پر تصریح موجود ہے۔ یقیناً اس عبارت میں مصنف تورات کے ہاتھ کی صفائی کا فرمائے۔ قرآن مجید نے رسول عظام کے متعلق فرمایا ”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ كُلُّوا مِنَ الطَّيْبَاتِ وَأَعْمَلُوا صَالِحًا“ (سورۃ المؤمنون

(۵۱:۲۲) اے رسول کرام! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ لہذا جب ان کو پاکیزہ کھانے کا حکم ہے تو لا محالہ ان کو غذا بھی پاکیزہ مہیا کرے گا۔ حقر و ذیل اور فاسق و خبیث جانور کے ذریعے قطعاً مہیا نہیں کرے گا۔ لہذا قرآن مجید کسی بھی ایسی صورت کو وادھیں رکھتا۔ یہ صرف کتاب مقدس کی عظمت ہوت کے ساتھا تھکیلی ہے۔ نعم اللہ منہ۔

یسعیاہ بنی کی شان میں گستاخی

جس سال سر جون شاہ اسور نے تر تان کو اشدو د کی طرف بھیجا اور اُس نے آکر اشدو سے لڑائی کی اور اسے فتح کر لیا۔ اس وقت خداوند نے یسعیاہ بن آموس کی معرفت یوں فرمایا کہ جا اور ثاث کا لباس اپنی کمر سے کھول ڈال اور اپنے پاؤں سے ہوتے اثار۔ سواس نے ایسا ہی کیا وہ برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کرتا تھا۔ تب خداوند نے فرمایا۔ جس طرح میرا بندہ یسعیاہ تین برس تک برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کیا تاکہ مصریوں اور کوشوں کے بارے میں نشان اور اچنچا ہو۔ اُسی طرح شاہ اسور مصری اسیروں اور کوشی جلاوطنوں کو کیا بیوڑھے کیا جوان برہنہ اور ننگے پاؤں اور بے پردہ سرینوں کے ساتھ مصریوں کی رسائی کے لئے لے جائے گا۔ تب وہ ہر اساح ہوں گے اور کوش سے جوان کی امید گاہ تھی اور مصر سے جوان کا فخر شرمند ہوں گے۔ اس وقت اس ساحل کے باشندے کہیں گے دیکھو ہماری امید گاہ کا یہ حال ہوا۔ جس میں ہم مد کیلئے بھاگے تاکہ اسور کے باشندے سے فتح جائیں پس ہم کس طرح رہائی پائیں۔ (یسعیاہ باب ۲۰۔ ۲۱)

تبصرہ:

اس عبارت پر غور فرمادیں اور اسرا ٹھیک ٹھیک پر سر دھنیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو کمر سے تھہ بند کھول کر پھینک دینے کا حکم دے اور مصریوں اور کوشیوں کے سامنے ان کو اس برہنگی کے عالم میں پھرنے کا حکم دے کیا یہ ممکن ہے؟ اور شر میلا خدا جس نے حیاء کو ایمان کا رکن رکین اور جزو

عظیم قرار دیا ہو وہ ایسی فتح حرکت کا حکم دے سکتا ہے؟ اور مادرزاد حالت میں پھر نے والے کو کوئی شخص نبی و رسول اور سچے شد و بدایت تھوڑا رکھ سکتا ہے بلکہ یہ حالت تو عقل و خرد سے عاری ہونے اور ہوش و حواس سے محروم ہونے اور حیوانات کے ساتھ ملخت ہونے کی علامت و نشانی ہے، کسی پیغمبر کے لئے کیونکر لاائق و مناسب ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ حکم نہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور حضرت یسوع یا اور نہ مصری اسیروں اور کوئی جلاوطنوں کی رسوائی اور خوف و ہراس کے لئے اس اقدام کی چند اس ضرورت لہذا یہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر سراسرا الزام اور بہتان ہے۔

قرآن مجید میں اس کے برعکس ان کو عظیم فضیلت کا مالک تسلیم کیا گیا اور قابل تقلید شنخیت اور بدایت کا اعلیٰ نمونہ، فرمان خداوند جل و علی ہے ”وَإِنَّمَا عِمَلَ وَالْيَسُوسُ وَيُوُسُسُ وَلُوقَاطُ وَكَلَّا فَضَلَّنَا عَلَى الْعَالَمِينَ“ (سورۃ الانعام: ۶۸) اور اسما عیل والیسح اور یوںس ولوط میں سے ہر ایک کو ہم نے سب جہاں والوں پر فضیلت دی اور جو سب سے افضل ہوں وہ اس طرح کی گھٹیا حالت میں کیونکر رکھے جاسکتے ہیں جو رسوائی اور بے آبروئی کی علامت ہے۔ اور فرمایا ”أُولَئِنَّكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فِيهِدَاهُمْ أَقْتَدَهُ“ (سورۃ الانعام: ۹۰)۔ وہ مقدس اور بزرگ ہستیاں ہیں جن کو ہم نے خصوصی بدایت عالی اخلاق اور کامل صفات کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا ہے لہذا ان کی سیرت کو اپناؤ اور ان کمالات کو اپنے اندر جمع کرو اور جو نقش حضرت یسوع یا کے اخلاق کا کتاب مقدس نے بیان کیا ہے وہ قابل تقلید ہو سکتا ہے؟

لہذا صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید عظمت انبیاء کا امین ہے اور کتاب یہود و نصاریٰ اس عظمت کے حصار میں نقب زن۔

حرقی ایل نبی کی شان میں گستاخی

اور تو اپنے لئے گیہوں اور جواہر بالا اور مسور اور چینا اور با جرالے اور ان کو ایک ہی برتن میں رکھا اور ان کی تین روپیاں پکا جھٹنے دنوں تک تو پہلی کروٹ پر لیٹا رہے گا تو تین سو نوے دن تک ان کا کھانا۔ اور تیرا کھانا دزن کر کے بیس مشقال روزانہ ہو گا جو تو کھائے گا تو گاہے گا ہے کھانا۔ تو پانی بھی ناپ کر ایک ہیں کا چھٹا جھٹہ پئے گا، تو گاہے گا ہے پینا اور تو بوجو کے چکلے کھانا اور تو ان کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے ان کو پکانا اور خداوند نے فرمایا کہ اسی طرح سے بنی اسرائیل اپنی ناپاک روپیوں کو ان اقوام کے درمیان جن میں میں ان کو آوارہ کروں گا کھایا کریں گے تب میں نے کہا کہ ہائے خداوند خدا۔ زیکھو میری جان کبھی ناپاک نہیں ہوئی اور اپنی جوانی سے اب تک کوئی مردار چیز جو آپ ہی مر جائے یا کسی جانور سے پھاڑی جائے میں نے ہرگز نہیں کھائی اور حرام گوشت میرے منہ میں کبھی نہیں گیا۔ تب اس نے مجھے فرمایا کہ یکہ میں انسان کی نجاست کے عوض تھے گو بردیتا ہوں، سو تو اپنی روٹی اس سے پکانا۔

(حرقی ایل باب ۲-۱۵۲۹)

تبصرہ:

اس عبارت میں پہلے حضرت حرثیل علیہ السلام کو انسانی نجاست کیسا تھا جو کے چکلے پکا کر کھانے کا حکم دیا گیا اور جب انہوں نے بخس اور ناپاک چیز کھانے سے معدترت کی اور اپنے زندگی بھر کے تقدس اور تقدی کا واسطہ دے کر اس حکم کو بدلنے کی اپیل کی تو اس کے عوض گوبر کے ساتھ پکا کر کھانے کا حکم دیدیا گیا ہے۔ اب آپ خود ہی اندازہ کریں کہ خداوند تعالیٰ بھی کبھی نجاست اور غلطت کھانے کا حکم دے سکتا ہے؟ اور کیا پیغمبر خداوند تعالیٰ سے زیادہ نزاہت پسند اور طہارت کا پابند کوئی ہو سکتا ہے؟ پھر لوگوں کے سامنے انسانی نجاست کے ساتھ چکلے پکانے کا

بر عکس اور کونسا نظریہ حیات عظمت انبیاء کا پاسبان ہے اور کونسا عظمت انبیاء کو فتح کرنے کا موجب۔

نبی کی طرف جھوٹ اور فریب کاری کی نسبت

اور بیت ایل میں ایک بڑھا نبی رہتا تھا سواس کے بیٹوں میں سے ایک نے آکر وہ سب کام (مجزرات و خرق عادات) جو اس مرد خدا نے اس روز بیت ایل میں کئے اسے بتائے اور جو باتیں اس نے بادشاہ سے کہیں تھیں ان کو بھی اپنے باپ سے بیان کیا اور ان کے باپ نے ان سے کہا وہ کس راہ سے گیا۔ اس کے بیٹوں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ مرد خدا جو یہودا سے آیا تھا کس راہ سے گیا ہے سو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا میرے لئے گدھے پر زین کسوپیں انہوں نے اس کے لئے گدھے پر زین کس دیا اور وہ اس پر سورا رہوا۔ اور اس مرد خدا کے پیچھے چلا اور اسے بلوط کے ایک درخت کے نیچے بیٹھے پایا۔ تب اس سے کہا کیا تو وہ ہی مرد خدا ہے جو یہودا سے آیا تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ تب اس نے اس سے کہا میرے ساتھ اس جگہ نہ روٹی کھاؤں نہ پانی پیوں کیونکہ خداوند کا مجھے یہی حکم ہے کہ تو وہاں نہ روٹی کے زانہ پانی پینا اور نہ اس راستے سے ہو کر واپس لوٹنا جس سے تو جائے تب اس نے اس سے کہا، میں بھی تیری طرح نبی ہوں اور خداوند کے حکم سے ایک فرشتہ نے مجھ سے کہا کہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر میں لوٹا کر لے آتا کہ وہ روٹی کھائے اور پانی پے لیکن اس نے اس سے جھوٹ کہا۔

سو وہ اس کے ساتھ لوٹ گیا اور اس کے گھر میں روٹی کھائی اور پانی پیا جب وہ دستِ خوان پر بیٹھے تھے تو خداوند کا کلام اس نبی پر جو اسے لوٹا لیا تھا نازل ہوا اور اس نے اس مرد خدا سے جو یہودا سے آیا تھا چلا کر کہا۔ خداوندوں فرماتا ہے۔ اس لئے کہ تو نے خداوند کے کلام سے نافرمانی کی اور اس حکم کو نہیں مانا جو خداوند تیرے خدا نے تھے دیا تھا اور تو نے اسی جگہ جس کی

حکم کوئی پیغمبرانہ عظمت کا غماز ہے؟ اگر لوگوں کو پیغمبر خدا انسانی غلاظتِ اکٹھی کرتا ہی نظر آئے تو وہ اس سے میل جوں اور نشت و برخاست بند کر دیں چہ جا یکہ محلے اس کے ساتھ پا کر کھانا دکھائی دے تو ان کا روز عمل کیا ہو گا؟

یقین جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے تمیر انسانیت اور تہذیب و تربیتِ خلق کیلئے مبعوث فرمایا ہوان سے ذرا بھر خیس امر کا ارتکاب بھی ناقابلِ تصور ہوتا ہے اور پھر خدا کے مقرب تو طہارت و نزاہت کے مجسمہ ہوا کرتے ہیں۔ ہمارے رسول مختار ﷺ تو پیاز اور لہسن کھانا بھی پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ ان میں بدبو ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے میرے ساتھ ہمنشین اور ہمکلام ہوتے ہیں۔ لہذا ان کو ایڈا اور تکلیف پہنچے گی اور ایسی چیزیں کھا کر مسجد میں آنے پر بھی پابندی عائد فرمادی مگر تجھب ہے کہ کتاب مقدس ایک نبی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ایسا حکم ف麟قل کر رہی ہے۔ نیز اسلام کے سرچشمہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا رسول کرام کے متعلق یہ حکم مذکور ہے "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ كُلُّوْمِنَ الطَّيْبَاتِ وَأَعْمَلُوا صَالِحًا" (سورۃ المؤمنون، ۵۱:۲۳)۔ اے میرے رسولو! پاکیزہ اشیاء میں سے کھاؤ اور نیک اعمال کرو اور قرآن مجید کا ہی اعلان ہے۔ لمسجدِ اسیں علی التقویٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ حَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحْمِلُونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔ (سورۃ التوبہ، ۱۸۰:۹) البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روز اول سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے آپ کے قیام اور عبادت کرنے کے لئے زیادہ لاائق اور مناسب ہے اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اکٹھی طرح طہارت کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ وہ حضرات صحابہ ڈھیلوں کے ساتھ استغنا کرنے کے بعد پھر پانی استعمال کرتے تھے لہذا اس مسجد کی عظمت ایسے نمازیوں سے ظاہر فرمائی اور اس پاکیزہ خصلت کی وجہ سے ان کا محبوب خدا ہونا بیان فرمایا، لہذا اسلامی نقطہ نظر اور اسلامی کتاب مقدس کے احکام والہام کو دیکھ کر خود ہی فیصلہ کریں کونسا نہ ہب تقدس اور پاکیزگی پر مشتمل ہے اور کونسا اس کے

بابت خداوند نے تجھے فرمایا کہ نہ روٹی کھانا اور نہ پانی پینا، روٹی بھی کھائی اور پانی بھی پیا۔ سوتیری لاش تیرے باپ دادا کی قبر تک نہیں پہنچ گی۔“ - الخ

(سلاطین ا، باب ۱۲۔ ۲۲۶۱)

اس عبارت میں اگرچہ دونوں نبیوں کا نام نہیں بتایا گیا تاہم صاحب مجذرات نبی جس نے پرلایم بادشاہ کے سامنے طرح طرح کے خرق عادات دکھلا کر اس کو عاجز و بے بس کر دیا ایک دوسرے نبی کے ہاتھوں دھوکہ کھا کر اللہ تعالیٰ کے عتاب کا مستحق تھہرا اور نافرمانی و حکم عدالتی کا مرتكب۔ اس عبارت میں اگر غور کریں تو نہ الہیت کا دامن بے داغ رہ سکتا ہے اور نہ نبوت کا۔ نبوت کا تو اس لئے کہ یہوداہ سے آنے والا نبی تو عذر کرتا ہے کہ میں حکم خداوند کے مطابق اس جگہ سے نہ پانی پی سکتا ہوں اور نہ روٹی کھا سکتا ہوں لہذا مجھے معذور سمجھا جائے لیکن دوسرا نبی جھوٹ بول کر اس سے خداوند کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ کیا یہ شیدہ نبیوں کا ہے یا اپنی لعین کا؟ اور بالخصوص نبی ہو کر خدا پر بہتان باندھے کہ اس نے فرشتہ بھیج کر مجھے یہ حکم دیا ہے کہ اسے اپنے گھر لوٹالا۔ کس قدر عظیم مجرم ہے اور ناقابل معافی گناہ۔

اور الہیت کا دامن اس لئے بے داغ نہیں رہ سکتا کہ جھوٹ بولنے والے کو سزاد یعنی کی بجائے اس غریب کو سزادی جس نے اس کو نبی اور صادق القول سمجھ کر اعتبار کر لیا اور اس کے کہنے کے مطابق حکم خداوند کی تعمیل کی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر وحی نازل کر کے نہ اس کو اس دھوکہ دہی سے آگاہ کیا اور نہ ہی جھوٹ بولنے والے کو سزادی بلکہ ایسے جھوٹ پر وحی نازل کر کے اس فریب خور دہ نبی پر عتاب و مواخذہ کا اعلان کیا جب اللہ تعالیٰ کا انصاف یہ ہو اور نبیوں کی کارگزاری یہ ہو تو پھر دین و مذہب کے ساتھ کس کو دچھپی ہو سکتی ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ عادل ہے اور خدا تعالیٰ کا ہر نبی سچا ہے اور بالخصوص خداوند تعالیٰ پر بہتان باندھنے سے مزید و مبرأ یہ صرف کتاب مقدس کے نام پر یار لوگوں کے اپنے دروغ بے فروع ہیں اور مقدس ہستیوں کو بدnam

کرنے کی ناپاک کوشش۔

قرآن نے توصاف کہہ دیا ہے کہ اگر نبی کی ذات ہم پر بہتان باندھے اور بات گھر کر ہماری طرف کرے تو ہم اس کا داہنہ ہاتھ پکڑ لیں گے اور اس کی شرگ کاٹ دیں گے اور اسے صفحہ ہستی سے منادیں گے قال تعالیٰ وَلَوْ تَقُولَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَا خَذَنَا مِنْهُ بِالْمِيمِينَ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتْيِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزُينَ (سورۃ الحلقۃ: ۲۹، ۳۴، ۳۵، ۳۷: ۲۷)

اور اگر نبی ہم پر گھر لیتا بعض تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی گردن کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی شخص اس کی طرف سے روکنے والا نہ ہو سکتا اور یہی مضمون استثناء باب ۱۸۔ ۳۰ میں مرقوم ہے لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا یا اور معمودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔

لہذا یہ قول تورات کے سفر استثناء کی اس آیت کے بھی خلاف اللہ تعالیٰ کی عدالت کے بھی خلاف اور عقل و قیاس کے بھی خلاف ہے کہ قصور کسی کا ہو اور سن ادوسرے کو ملنے اور اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کے بیان کردہ ضابطہ کے بھی خلاف ہے کہ جب ایک نبی کی موت کو دلائل و مجذرات سے پیر ہن کر دیا جائے اور پھر وہ جھوٹ بولے اور بہتان باندھے اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو تو صدق و کذب اور حق و باطل میں امتیاز ختم ہو جائے گا اور وحی الہی اور مجذرات سے اعتماد اٹھ جائیگا لہذا ایسے نبی کے خلاف سخت کارروائی لازمی ہے مگر کتاب مقدس کی گھنگا اٹھی بہنگی۔

مسح علیہ السلام کی طرف ماں کی بے ادبی کی نسبت

(۱) پھر اس کی ماں اور اس کے بھائی اس کے پاس آئے مگر بھیڑ کے سبب سے اُس تک پہنچ نہ سکے اور اُسے خبر دی گئی کہ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے ملتا چاہتے ہیں۔ اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ میری ماں اور میرے بھائی تو یہ ہیں کہ جو خدا کا کلام سنتے اور اس پر عمل کرتے۔

(۲) پھر تیسرا دن قاناٹی گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یہ یوں اور اس کے شاگردوں کی بھی اُس شادی میں دعوت تھی اور جب میں ہو چکی تو یہ یوں کی ماں نے اُس سے کہا کہ اُن کے پاس نے نہیں رہی یوں نے اُس سے عورت مجھے تجھ سے کیا کام؟ اس قدر ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ اُس کی ماں نے خادموں سے کہا جو کچھ یہ تم سے کہے وہ کرو۔ وہاں یہودیوں کی طہارت کے دستور کے موافق پھر کے چھ منگلے رکھتے تھے اور اُن میں دو دو تین من کی سمجھائش تھیں یوں نے اُن سے کہا مگلوں میں پانی بھر دو۔ پس انہوں نے ان کو بال بھرد دیا۔ پھر اُس نے ان سے کہا اب نکال کر میر مجلس کے پاس لے جاؤ۔ پس وہ لے گئے۔ جب میر مجلس نے وہ پانی چکھا جو میں بن گیا تھا اور جانتا تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے (مگر خادم جنہوں نے پانی بھرا تھا جانتے تھے) تو میر مجلس نے دلہا کو بنا لایا کر اُس سے کہا ہر شخص پہلے اپنی نئے پیش کرتا ہے اور ناقص اس وقت جب پی کر چک گئے مگر تو نے اچھی میں اب تک رکھ چھوڑی ہے۔ یہ پہلا مجرمہ یوں نے قاناٹی گلیل میں دکھا کر اپنا جلال ظاہر کیا اور اس کے شاگردوں اس پر ایمان لائے۔

(یونہا ب۔ ۱۱۳)

تبصرہ:

پہلی عبارت سے حضرت مسیح کا حضرت مریم کے والدہ ہونے سے بھی انکار لازم آتا ہے اور اس سے بڑھ کر ماں کی بے ادبی کیا ہو سکتی ہے؟ نیز جو علت بیان کی گئی ہے کہ میری اور میرے بھائی تو یہ ہیں جو خدا کا کلام سنتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ایک ایک والدہ اور بھائی کلام خداوند نہ سنا کرتے تھے اور نہ ہی اس پر ایمان لاتے اور عمل پیرا ہوتے تھے لہذا ماں سے صرف مادری نسبت ہی ختم نہ کی بلکہ ان کو اسلام وایمان سے بھی عاری اور خالی ثابت کر دیا۔

ڈوسری عبارت میں حضرت مسیح کا یہ جملہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام؟ کس قدر بے پرواہی اور بے اعتناء ہی کی دلیل ہے جبکہ جوان کا مطالبہ تھا وہ پھر پورا بھی کر دیا تو پہلے اس قدر جوش و خروش دکھانا محض مامتا کے حقوق و آداب کو پامال کرنا ہی ہے؟ اور رعنونت و تکثیر جو عام با اخلاق انسان کو بھی زیبا نہیں چہ جائیکہ معلم انسانیت اور مرزا بی خلاق اور راہبر قوم اور عظیم رسول کو جبکہ باہل کی رو سے ماں باپ کی تحریر کرنیوالا ملعون ہے۔ استثناء باب ۲۷۔ ۲۶ پر مرفقہ ہے "لغت اس پر جو اپنے باپ یا ماں کو تحریر جانے" گویا مصنف باہل نے یہ الزام عائد کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کو لغت کا مسْتَحْقِب بناؤالا۔ العیاذ بالله۔ جبکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم محض رضاگی ماں جوا بھی حلقة اسلام میں بھی داخل نہیں ہوئی تھی اس کے نیچے بھی چادریں بچھاتے نظر آتے ہیں اس کے سامنے پست آواز کے ساتھ کلام کرتے ہوئے اور دوسروں کو یہی تعلیم دیتے دکھائی دیتے تھے "لَا تَقُولُ لَهُمَا أُفْ وَلَا تَأْتُهُمَا هَمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا" (سورہ الاسراء، ۱۷: ۲۳)۔ نہ ماں باپ کو اُف کہونہ ان کو زجر و توبخ کرو اور ان کے ساتھ زرم انداز میں گفتگو کرو بلکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ اعلان بھی کلام مجید نے نقل کیا ہے "وَبَرَّ أَبُوكَلْدَتِي وَلَمْ

دوسری عبارت کا آخری جملہ قبل غور ہے کہ یہ پہلا مجرہ قاتمی گلیل میں دکھا کر یہ سع
نے اپنا جلال ظاہر کیا۔ ماشاء اللہ جب آغاز یہ ہے تو انعام کیا ہو گا؟ کیا مبارک مجرہ اور کس قدر
لوگوں کی بھلائی پر مشتمل کارخیر۔ ع

ہوئے تم دوست جس کے شمن اسکا آسمان کیوں ہو

لیکن اسلام نے ان کا پہلا مجرہ اور خرق جس نے ان کے جلال اور مرتبہ و مقام کو ظاہر
کیا یہ بیان کیا ہے کہ مہد میں ہوتے ہوئے بول اٹھے اور والدہ ماجدہ پر تہمت لگانے والوں کو
ان الفاظ میں جواب دے کر مہبوت اور ششید کر دیا قال إِنَّمَا يَعْلَمُ اللَّهُ أَنَّا إِنَّمَا يَعْلَمُ
جَعَلَنِي نَبِيًّا (سورۃ مریم، ۳۰:۱۹) میں اللہ تعالیٰ کا بندہ خاص ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب
دی ہے اور منصب نبوت پر سرفراز فرمایا ہے اور نمازو زکوٰۃ کا حکم دیا اور والدہ کے ساتھ نیکی
واحسان کا اور میں پیدا ہوا تو سلامتی کے ساتھ اور مروں گا تو سلامتی کے ساتھ اور قبر سے انہوں گا
تو سلامتی کے ساتھ۔ حالانکہ ڈ لوگ حضرت مریم سے کہہ رہے تھے کیف نُكَلَمُ مَنْ كَانَ فِي
الْمَهْدِ صَبِيًّا (سورۃ مریم، ۲۹:۱۹) ہم اس بچے سے کیسے کلام کریں جو پنگھوڑے میں پڑا ہوا
ہے لہذا تیریا کہنا کہ اس بچے سے دریافت کر لو خلاف عقل و دانش ہے لیکن حضرت مسیح نے اس فصح
و بلیغ کلام کے ساتھ ان کو مہبوت کر دیا اور والدہ ماجدہ کی پا کدا منی ظاہر کرنے کے علاوہ اپنا جلال
بھی ظاہر کر دیا اور اسلام نے بتلادیا جس کا آغاز یہ تھا اس کا انعام اس سے کتنا بلند و بالا ہو گا۔

بھلا انصاف سے بتائیے کتاب مقدس کا پیان کردہ ابتدائی جلال منصب نبوت کے
لائق ہے یا قرآن مجید کا۔

يَجْعَلُنِي جَبَارًا شَقِيقًا، (سورۃ مریم، ۳۲:۱۹)۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا
ہے اور جابر و سرس اور مدبر و بدجنت نہیں بنایا۔ اسلام اور اہل اسلام اسی حقیقت کے معترض ہیں
کہ انہوں نے کبھی بھی والدہ ماجدہ کی شان میں تنقیص نہیں کی۔

نیز یہ بھی قابل غور ہے کہ مئے اور شراب خانہ خراب ختم ہوئی تو حضرت مریم اپنے لخت
جگہ سے اس کے بنائے کی متنی ہوئی اور بالآخر انہوں نے تیار کر دی کیا پیغمبروں کا منصب اور ان
کی مقداس ماں کا منصب یہی ہے کہ ڈ لوگوں کو شراب بنا کر دیں اور انہیں پلا کر مست و مدد ہو ش
کریں۔ کاش مصنفوں انجیل کو حضرت یوحنا کے متعلق اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ بزرگی اور سعادت
مندی کے وجہ و اسباب یاد رہتے تو وہ اس اختراع سے گریز کرتے انجیل لوقا ب اول کا ذرا
مطالعہ کرتے چلیں۔

”اے زکریا خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا من لی گئی اور تیرے لئے تیری یہوی ایشیع کے
بیٹا ہو گا (تا) اور ہرگز نہ نے نہ کوئی اور شراب پے گا اور اپنی ماں کے لطف سے ہی روح القدس
سے بھر جائیگا اور بہت سے بنی اسرائیل کو خداوند کی طرف جوان کا خدا ہے پھیرے گا۔“ انج
اس سے صاف ظاہر ہے کہ مئے اور شراب نہ پینا اس طرح کی ایک وجہ عظمت و فوقيت ہے جس
طرح قوم کا ہادی ہونا اور روح القدس سے بھر جانا تو جو چیز حضرت میحیٰ میں وجہ فضیلت اور برتری
ہے اس سے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کا موصوف و متصف ہونا لازم تھا بلکہ اعلیٰ طریقہ پر چہ
جا یکہ ڈ لوگوں کے لئے ساقی بنیں اور ان کی والدہ بھی۔ بڑا ہونے کے لئے اعلیٰ ماحلاق اور اعلیٰ
صفات اپنانی ضروری ہوتی ہیں نہ کہ ان کو نظر انداز کرنا۔

نیز یہ مکالمے اور اعمال و کردار اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں یا حضرت مسیح کی مرتب کردہ تاریخ
اور سوانح عمری؟ افسوس کا مقام ہے کہ اس کو بھی آسمانی کتاب کا حصہ اور وحی والہام عیسوی تسلیم کر
لیا گیا ہے۔

مسح علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ سے شکایت کا الزام

اور دوپھر سے لے کر تیرے پھر تک تمام ملک میں اندر چھڑا چھایا رہا اور تیرے پھر کے قریب یوسف نے بڑی آواز سے چلا کر کہا میں ایسی ملائی شفقتی؟ یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا، تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

(متی باب ۲۷-۳۴، مرقس باب ۱۵-۳۲)

تبصرہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اس بیان کو منسوب کرنا ہمارے نزدیک قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ اس میں سوال یہ نہیں کیا گیا کہ اے میرے خدا تو نے کہیں مجھے چھوڑ دینے کی وجہ دریافت کی گئی ہے کہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے۔ لہذا چھوڑ دیا جانا تو ان کو تعلیم ہو گیا اور جب خداوند اپنے پیغمبر کو چھوڑ دے اور اس سے منہ موڑ لے تو پھر لوگوں پر اس کی انتباع و اطاعت کیونکر واجب و لازم ہو سکتی ہے؟ اور جب حضرت مسح کے لئے ان کے اقرار کے مطابق خدا کی نصرت و امداد اور تعاون و اعانت ہی ختم ہو گئی تو قوم نصاریٰ ان کو امور کائنات کا دربر و متصرف کیونکر مانتی ہے؟ کیا یہ حضرت مسح کے اس آخری اقرار و اعتراض کا کھلا مذاق نہیں ہے؟ اور کیا یہ وحی رہائی ہے یا ملفوظ مسح؟ اس کو نجیل میں درج کر کے کلام خدا ثابت کرنے کا کیا جواہر ہے؟

مگر اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ حضرت مسح بذات خود نہ سُولی پر چڑھائے گئے نہ انہوں نے کوئی ایسا کلمہ کہا اور نہ اللہ تعالیٰ سے چھوڑ دینے کا شکوہ۔ لہذا اس الزام سے بالکل مبرہ اور مزہہ۔ بلکہ ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد رسیل کرام بلکہ مومنین کے ساتھ ہوتی ہے اور انکی پھر مندی کے بغیر اس قسم کے ابتلاءات نہیں آتے۔ فرمان خداوند تعالیٰ ہے: "إِنَّ الَّذِينَ رُبَّا مِنْهُمْ كَيْفَ يَرْجُونَ مُغْرِبَ الظُّرُفَ" وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ" (سورہ مومن، ۴۰:۵۱)

بیشک ہم البتہ اپنے رسولوں کی امداد کرتے ہیں اور ایمان والوں کی دُنیاوی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ قائم ہوں گے یعنی روز قیامت میں۔ اور اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد فرمائی اور ان کو آسمان پر اٹھایا۔ قال تعالیٰ: "وَمَا قَتَلُوهُ يَقِنًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ" (سورہ النساء، ۵۷:۵۸، ۵۸:۵۷)۔ یقیناً یہود نے حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا (اور نہ ہی سُولی چڑھایا بلکہ ان کی شپیشہ یہوداہ پر ڈال دی گئی اور وہ ہی سُولی چڑھایا گیا نہ کہ عیسیٰ) بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھایا۔ اور یہ صرف مذہب اسلام اور بانی اسلام میں ہی کارنامہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس الزام و اتهام اور بد نتائی کے داغ کو ڈور کیا اور حقیقت حال سے پر دہ اٹھا کر عظمت مسح کو اجرا گرف رہا اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اس کا علم تھا جیسے کہ نجیل بر بنا س میں اس کی تصریح کرتے ہوئے فرمایا "داغ بد نتائی محمد رسول اللہ دھوکیں گے"۔

"پس جبکہ آدمیوں نے مجھ کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہا تھا مگر یہ کہ میں خود دُنیا میں بے گناہ تھا اس نے اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دُنیا میں آدی یہوداہ کی موت سے مجھ سے مٹھھا کریں یہ خیال کر کے کہہ میں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہوں تاکہ قیامت کے دن شیطان مجھ سے مٹھھانہ کریں اور یہ بد نتائی اس وقت باقی رہے گی جب کہ محمد رسول اللہ آئے گا جو کہ آتے ہی اس فریب کو ان لوگوں پر کھوں دے گا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لا نہیں گے۔"

(نجیل بر بنا س فصل نمبر ۲۰۰۶، ۲۰۰ آیت نمبر ۱۹)

اور اس نے ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی جنہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ وہ (یوسف) مر کر پھر جی اٹھا ہے، یہ کہتے ہوئے کہ آیا تم مجھ کو اور اللہ دونوں کو جھوٹا سمجھتے ہو۔ اس لئے کہ اللہ نے مجھے ہبہ فرمایا ہے کہ میں دُنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں جب کہ میں نے ہی ٹھم سے کہا ہے، میں ٹھم سے بچ کہتا ہوں کہ میں نہیں مرا ہوں بلکہ یہودا خائن مرا ہے (تا) پھر اس کو چاروں فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں سے سامنے آسمان کی طرف اٹھا لے گئے۔

مُسْحِ بن داؤد کہا جا سکتا ہے اور حضرت سلیمان بھی ان کے آباء و اجداد میں سے ہیں اور انکے آباء و اجداد حضرت مسیح کے بھی آباء و اجداد تھے۔

لیکن اس کے برعکس پیغمبر خدا مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیمات اور ان کی کتاب مسیح کی تعلیمات تو یہ ہیں ”كُلُّ أَمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتبِهِ وَرَسُولِهِ لَا نَفْرَقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رَسُولِهِ“ (سورۃ البقرۃ: ۲۸۵)۔ رسولِ گرامی اور تمامِ مؤمنین اللہ پر ایمان لائے اور ملائکہ اور اللہ کی جملہ کتابوں اور رسولوں پر درآن تعالیٰ کہتے ہیں ہم رسولوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے کہ بعض کے ساتھ ایمان لا سکیں اور بعض کے ساتھ کفر کریں۔ لہذا صاف ظاہر کہ اسلام ہی عصمت و عظمتِ انبیاء کا ایں ہے اور اسرائیلیت نہ ان کی عصمت کی قائل ہے اور نہ عظمت کی۔

شریعت کو لعنت اور حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی قرار دینا العیاذ بالله

اے نادان گھیتوں کس نے ثم پر افسون کر دیا۔ تمہاری تو گویا آنکھوں کے سامنے یہوں مسیح صلیب پر دکھایا گیا۔ میں ثم سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے شریعت کے اعمال سے روح کو پایا، ایمان کے پیغام سے کیا تم ایسے نادان ہو کر روح کے طور پر شروع کر کے اب جسم کے طور پر کام پورا کرنا چاہتے ہو کیا تم نے اتنی تکلیفیں بے فائدہ انہائیں مگر شاید بے فائدہ نہیں پس جو تمہیں روح بخشتا ہے اور تمہیں مجسے ظاہر کرتا ہے کیا وہ شریعت کے اعمال سے ایسا کرتا ہے؟ یا ایمان کے پیغام سے چنانچہ ابراہام خدا پر ایمان لایا اور یہ اس کے لئے راست باز گناہیاں پس جان لو جو ایمان والے ہیں وہی ابراہام کے فرزند ہیں اور کتاب مقدس میں پیشتر سے یہ جان کر کہ خدا غیر قوموں کو ایمان سے راستہ از ٹھہرائے گا۔ پہلے ہی سے ابراہام کو یہ خوشخبری سنادی کہ تیرے باعث سب قویں برکت پائیں گی۔ پس جو ایمان والے ہیں وہ ایماندار ابراہام کے ساتھ برکت پاتے ہیں کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر نکیہ کرتے ہیں وہ

(فصل نمبر ۳۰۱ء)

الغرض قرآن مجید کے بیان نے جب بنیاد ہی ختم کر دی اور بائبل برباد نے اس کی تائید اور تصدیق کر دی تو اب اس کلام کا بطلان روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کیونکہ جو سولی پر چڑھائے ہی نہیں گئے تو خدا تعالیٰ سے چھوڑ دینے کے شکوے کا کیا معنی؟ اور اسی طرح سولی پر چڑھانے سے قبل جو ہٹک آمیز اور سراسر تو ہیں و تحقیر پر مشتمل بیان انہا جیل میں درج ہے وہ بھی باطل محض اور خلاف واقع تھا اور ثابت ہو گیا کہ اسلام اور بانی اسلام ہی تمام انبیاء اور بالخصوص حضرت مسیح کی عظمت کا پاسبان ہے اور کتاب مقدس اور انہا جیل رابعہ نے ان کی ہٹک اور احانت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

انبیاء سابقین کی تو ہیں کا الزام

پس یہوں نے ان سے پھر کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بھیزوں کا دروازہ میں ہوں۔ جتنے مجھ سے پہلے آئے۔ سب چور اور ڈاکو ہیں مگر بھیزوں نے ان کی ایک نہ سُنی دروازہ میں ہوں اگر کوئی مجھ سے داخل ہو تو نجات پایا گا۔ (یوحنابا ۱۰-۷ تا ۹)

تبصرہ:

حضرت مسیح جو عجز و انکسار کا اس حد تک مظاہرہ کرتے رہے کہ حضرت یوحنا سے جا کر پتھر سے لیا وہ بلا تخصیص سب پیغمبروں کو جو بھی ان سے پہلے آئے چور اور ڈاکو ہیں، کسی انسانی عقل کو یہ بات قابل قبول ہو سکتی ہے؟ ہر پہلے پیغمبر پر ایمان لانا اور اس کا احترام کرنا پچھلے پیغمبر پر لازم ہوتا ہے اور خدا کے مرسل ہونے کے ناطے وہ باہمی طور پر بھائی ہوتے ہیں لہذا ان کی تحقیر اور تو ہیں کرنے کا نہ تو شرعاً کوئی جواز ہو سکتا ہے نہ اخلاقاً تو اور عقلًا۔ نیز ان پہلے پیغمبروں میں وہ بھی ہیں جو حضرت مسیح کے آباء و اجداد ہیں مثلاً حضرت داؤد جن کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو

لعنت ہوا لہذا ایمان بھی موجب لعنت ٹھہرا۔

3۔ تیسری چیز یہ قابل غور ہے کہ شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں حالانکہ ہر شریعت پر ایمان و اخلاق اور احسان کا حکم دیتی ہے اور بعد ازاں اعمال کا۔ گویا شریعت قلبی، قوی اور بدی اعمال کا مجموعہ ہوا کرتی ہے اس کے متعلق یہ دعویٰ کہ شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں سراسر الفو اور بے نیایا بات ہے اور عیسائیوں کے لئے عملی کی فضاسازگار کرنے کی مدد موم کوشش۔

4۔ (الف) چوتھا مر جوز یادہ توجہ کا مقام ہے وہ ہے حضرت مسیح کا لعنتی بننا یعنی وہ عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ بن کر سُولی چڑھ گئے اور لعنتی ہو گئے۔ العیاذ باللہ۔ جو امت اپنے نبی کو بلکہ جو بندے اپنے خدا کو لعنتی سمجھیں ان سے بڑھ کر بھی کوئی لعنتی اور راندہ درگاہ ہو سکتا ہے۔ سُولی پر گناہ گار بھی چڑھتے رہتے ہیں اور بے گناہ بھی، اسی طرح قتل و غارت کا نشانہ دونوں قسم کے لوگ بنتے رہتے ہیں۔ اس سے حضرت عیسیٰ کے لعنتی ہونے پر استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

(ب) کیا وہ عیسائیوں کے گناہوں کے لئے ذعا اور سفارش نہیں کر سکتے تھے صرف مصلوب ہونا ہی اس خلاصی اور کفارہ کا واحد ذریعہ تھا۔ اگر دوسرے عظیم مجزات اور خوارق عادت کیلئے ان کی ذعا اور قلبی توجہ کافی ہو گئی تھی تو یہ کام بھی اسی ذریعہ سے ہو سکتا تھا۔ آخر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اپنی امت کی خلاصی کا سامان کریں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کا، ہر امت اپنے نبی سے بہر حال یہ توقع رکھتی ہے مگر نہ مصلوب ہونا لازم سمجھتی ہے اور نہ لعنت کے لفظ کی غلاظت سے ان کے گھر اور دامن کو ہی آکو دہ تصور کرتی ہے سوائے عیسائیوں کے دنیا میں کسی امت کا اپنے نبی کے متعلق یہ عقیدہ نہیں۔

تو ہم کیوں نہ کہیں کہ یہ بدترین دشمنی ہے اور یہودی جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دشمن ہونے کے باوجود نہ کر سکے وہ ان مخلصین نے دوستی کے روپ میں کر دکھایا۔

(ج) حضرت عیسیٰ بقول نصاری اللہ کے بیٹے ہیں اور بیٹے کا مصلوب ہونا باپ کی مرضی اور حکم

سب لعنت کے ماتحت ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ جو کوئی ان سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں وہ لعنتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت کے وسیلے سے کوئی شخص خدا کے نزدیک راستہ نہیں ٹھہرتا کیونکہ لکھا ہے کہ راستہ ایمان سے جیتا رہے گا اور شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں۔

بلکہ لکھا ہے کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ ان کے سبب سے جیتا رہے گا۔ تج جو ہمارے لئے لعنتی بننا اس نے ہمیں مولے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لکھا گیا وہ لعنتی ہے تاکہ یہ یوں مسیح میں ابراہام کی برکت غیر قوموں تک پہنچے اور ہم ایمان کے وسیلے سے اس روح کو حاصل کریں جس کا وعدہ ہوا ہے۔ (کلبیوں باب ۳-۱۲۶)

تبصرہ:

سب سے پہلے پوس رسول کی اس گوہ افتخاری پر غور کریں جو شریعت کے اعمال پر تکمیل کرتے ہیں وہ سب لعنت کے تحت ہیں۔ اگر اعمال شریعت کو سب نجات اور ذریعہ خلاص سمجھنا موجب لعنت ہے تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء سالقین بالخصوص حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے ذریعے ان اعمال کا ملکف ٹھہرایا ہی کیوں؟ مستحق لعنت بنانے کے لئے یا مستحق لعنت بنانے کے لئے؟

2۔ دوسرے نمبر پر دلیل اور دعویٰ کی مطابقت پر غور کرنا ضروری ہے۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ اعمال شریعت پر تکمیل کرنا موجب لعنت ہے اور دلیل یہ ہے کہ جو شریعت کی کتاب میں مندرجہ باتوں پر قائم نہیں رہتا وہ لعنتی ہے۔ کہاں اعمال شریعت پر تکمیل کا موجب لعنت ہونا اور کہاں اعمال شریعت پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے لعنتی ہونا۔ اگر رسول کے استدلال میں اس قدر بے عقلی کا فرمایا ہے تو امت کے استدلالات کا کیا کہنا۔ کیا جو ایمان پر قائم نہ رہے وہ لعنتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو نہ اعمال شریعت ضروری ہیں اور نہ ایمان، لہذا عقیدہ و عمل دونوں کی چھٹی ہوئی اور اگر لعنتی ہے اور یقیناً ہے تو پھر جس کے اوپر قائم نہ رہنا موجب لعنت ہواں پر قائم رہنا اور تکمیل کرنا بھی موجب

کے بغیر نہیں ہو سکتا تو پھر جو کفارہ بنایا اس کا حشر تو یہ کیا گیا جس نے یہ کفارہ دیا از راونوازش اس کا ہدیہ تسلیم بھی بتلا دیتے کہ کیا ہے؟

(د) نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو کفارہ بنایا اور ظاہر ہے جو چیز بطور کفارہ دی جاتی ہے وہ درجہ و مرتبہ میں اور پیار و محبت میں اس سے کم ہوتی ہے جس کی طرف سے وہ کفارہ اور صدقہ فتنتی ہے جیسے بیٹے کی پیاری میں صدقہ بیٹے کی نسبت۔ لہذا اس عقیدہ سے لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کو اتنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیار نہیں جتنا کہ عیسائی قوم سے۔ العیاذ بالله تعالیٰ۔

لیکن اس کے برعکس اسلام اور قرآن نے ان کو نہ سُولی پر لکھایا جانا تسلیم کیا اور نہ ان کا لعنتی ہونا۔ نعوذ بالله۔ بلکہ ان کا زندہ و سلامت آسمان پر اٹھایا جانا بیان کیا اور ان کے عوض یہودا اسکر یوپی کا شہبیہ عیسیٰ بن کرسوی پر چڑھایا جانا اور اپنے کیفر کردار تک پہنچایا جانا ثابت کیا اور حضرت عیسیٰ کا دنیا و آخرت میں مرتبہ و مقام بیان کرتے ہوئے قرآن مجید نے کہا "وَجِهْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقْرِبِينَ" (سورہ آل عمران، ۳۵:۳)۔ وہ دنیا و آخرت میں آبرو مند ہیں اور مقرر بان بارگاہ خداوند سے ہیں۔

خدار انصاف، کیا پوس اور اس کے تبعین اور کتاب مقدس نے دامن صحیح سے ہر گرو غبار کو دُور کیا ہے یا اسلام نے؟ اور کیا پوس اور اس کے ہمنواؤں نے حضرت صحیح کی جی بھر کے گستاخی کی ہے یا اہل اسلام نے؟ یقیناً اور یقیناً اسلام اور بانی اسلام اور آپ کا قرآن ان کی عظمت کے پرچار ک ہیں اور ان پر سے داعی بدنامی دُور کر نیوالے اور پوس، اس کے تبعین اور کتاب مقدس ہر ممکن طریقہ سے ان کو مورد اذراام و اتهام بھرائے والے۔

و ما علیہنا الا البلاغ

امامہ منافقین شرف العلماء علامہ ابو الحسنات

محمد اشرف سیالوی

نید محمد

قابل قدر
تصانیف

تحفہ
حسینیہ

کوثر
الظیرات

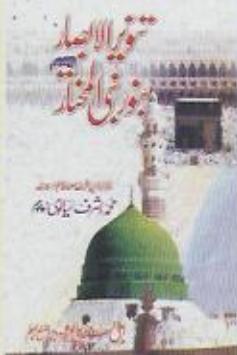
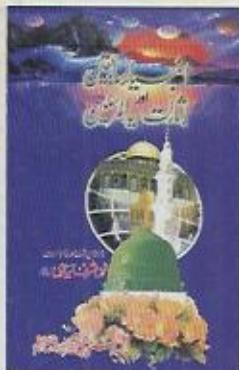
طاء
الصدور

متعہ
اور اسلام

گلشن توحید و رسالت

ہدایۃ المتذبذب آخرین فی الاستعانت باولیاء الرحمن

مناظرہ جھنگ



حائل شفیقی شیخ زیدیہ ضلع جبل

Phone: 0541-634759

Printed By:

Maktaba Jamal-Karam Lahore Ph: 042 7324948